

اُردو زبان کی

پروفیسر کی کتاب

مؤلفہ:

خانصاحبہ مولوی محمد امین

میں کا پتہ:

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۳۳ مشیام محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون آفس: ۳۲۶۹۹۹۸ ۳۲۶۵۳۰۶ رہائش: ۳۲۶۲۳۸۲

اُردو زبان کی



مؤلف :- خاں صاحب لوی محمد اسماعیل

ملنے کا پتہ

فرین بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۳۳ منیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۷-آ  
فون انس ۲۲۷۱۹۸ ۲۲۷۵۰۶ رهاش: ۲۲۲۳۸۱

## ہماری مطبوعات ایک نظر میں

10/=	النحو الواضع حصّہ اول (ابتدائیہ)	25/=	بلوغ المرام مصری ٹائپ
14/=	= حصّہ دوم ( ) =	50/=	= البلاغۃ الواضحہ =
16/=	= حصّہ سوم ( ) =	11/=	= القراءۃ الرشیدہ حصّہ اول =
16/=	= حصّہ اول (ثانیہ) =	12/=	= حصّہ دوم =
16/=	= حصّہ دوم ( ) =	13/=	= حصّہ سوم =
16/=	= حصّہ سوم ( ) =	14/=	= حصّہ چہارم =
10/=	= عربی کا معلم دوم (عبارتہاں) =	80/=	= ریاض الصالحین عربی مجلّد =
18/=	= سوم ( ) =	11/=	= بہشتی شمر حصّہ اول عکسی علی قلم =
25/=	= چہارم ( ) =	9/=	= حصّہ دوم =
3/=	= کلید عربی کا معلم اول =	8/=	= خطبہ جدید عربی اردو عکسی رنگین کور =
3/=	= دوم =	8/=	= خطبہ علمی =
5/=	= سوم =	10/=	= عربی بول چال اول (عبدالرحمن امترسی) =
12/=	= کتاب الصرف (عبدالرحمن امترسی) =	11/=	= دوم ( ) =
10/=	= کتاب النحو ( ) =	10/=	= عربی کا معلم اول (عبدالستارخان) =
7/50	= اردو زبان کی پانچویں کتاب مولوی محمد اسماعیل =	=75	= اردو زبان کا قاعدہ عکسی (مولوی محمد اسماعیل) =
=25	= قاعدہ بغدادی ۸ صفحہ خورد =	1/50	= کی پہلی کتاب ( ) =
=50	= ۱۶ صفحات خورد =	3/50	= کی دوسری کتاب ( ) =
1/=	= پارہ جات خورد =	6/=	= کی تیسری کتاب ( ) =
2/=	= قاعدہ لیسرا القرآن ۶۳ صفحات خورد (محمد اسماعیل) =	7/=	= کی چوتھی کتاب ( ) =

## فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر	صفحہ	مضمون	نمبر
۴۲	حکایت	۲۰	۵	خدا کی قدرت (نظم)	۱
۴۴	آم کی تعریف (نظم)	۲۱	۷	خودرانی کا نتیجہ	۲
۴۴	مخت سونے سے بہتر ہے	۲۲	۱۴	محمود غزنوی اور بڑھیا	۳
۵۰	بارش کا پہلا قطرہ (نظم)	۲۳	۱۵	محمود غزنوی اور دالی کتوج	۴
۵۱	اچھا زمانہ آسٹری (نظم)	۲۴	۱۶	گرمی کا موسم (نظم)	۵
۵۲	نئی دنیا کا پانا	۲۵	۱۷	سلطان ناصر الدین	۶
۵۹	ہندوستان کے پھول (نظم)	۲۶	۱۹	میر احمد میر سے ساتھ ہے (نظم)	۷
۶۰	آسمان اور ستارے	۲۷	۲۱	ایک پودا اور گھاس (نظم)	۸
۶۱	شیر شاہ سوری	۲۸	۲۲	سلطان جلال الدین خلجی	۹
۶۴	قطعہ مرزا غالب	۲۹	۲۴	سلطان فیروز	۱۰
۶۵	بخاری یاد خانی کشتی	۳۰	۲۶	کوشش کئے جاؤ (نظم)	۱۱
۶۹	ریلوے انجن کا موجودہ جارج	۳۱	۲۸	نور جہاں بیگم	۱۲
۷۴	تاروں بھری رات (نظم)	۳۲	۳۱	دو کھٹیاں (نظم)	۱۳
۷۶	اونٹ	۳۳	۳۲	کولے کی کان	۱۴
۷۸	اہلیا بانی	۳۴	۳۴	ڈمدار ستارے	۱۵
۸۰	حکایت مرد کور وینا (نظم)	۳۵	۳۶	اشعار ذوق	۱۶
۸۱	سیاحی	۳۶	۳۷	قوت کہربانی یا برقی یا بجلی	۱۷
۸۶	حکایت روہاہ (نظم)	۳۷	۳۹	اشعار رند	۱۸
۸۷	چھاپہ کا ایجاد	۳۸	۴۰	کفایت شعاری	۱۹

صفحہ	مضمون	نمبر	صفحہ	مضمون	نمبر
۱۱۹	ترک تکبر (نظم)	۵۶	۹۱	حکایت ہامی عقلمند و کم عقل و	۳۹
۱۲۱	سرکشی کا ثمرہ	۵۷		بے عقل (نظم)	
۱۲۲	قناعت	۵۸	۹۲	غیاث الدین اور شہاب الدین	۴۰
۱۲۴	بیلون یا غبارہ	۵۹	۹۳	پر تھی راج اور شہاب الدین	۴۱
۱۲۶	کوئن و کٹوریہ (نظم)	۶۰	۹۹	کوہ ہمالہ (نظم)	۴۲
			۱۰۱	تحمل اور وفائے وعدہ	۴۳
۱۲۸	<b>زراعت</b>	۶۱	۱۰۳	کچھو اور خرگوش (نظم)	۴۴
۱۲۸	۱۔ زراعت اور اقسام		۱۰۶	بے فائدہ کوشش ( )	۴۵
	زراعت		۱۰۶	سیر عمارت و چین	۴۶
۱۳۰	۲۔ زمین اور اقسام زمین		۱۰۷	جنگل اور چاندنی رات (نظم)	۴۷
۱۳۲	۳۔ ہل کے پرزے اور ان کے نام		۱۰۸	جلال الدین محمد اکبر	۴۸
			۱۱۳	بنائے قلعہ آگرہ	۴۹
۱۳۴	۴۔ جوتائی اور میائی		۱۱۳	فتح پور سیکری	۵۰
۱۳۶	۵۔ کھاد اور کھاد کا بنانا		۱۱۴	بیرم خاں	۵۱
۱۳۸	۶۔ بیج اور بیج کی بوائی		۱۱۶	ابوالفضل	۵۲
۱۴۰	۷۔ سیچائی		۱۱۷	فیضی	۵۳
۱۴۲	۸۔ کٹائی۔ مڑائی اور اوسائی		۱۱۸	راجہ ٹوڈرل	۵۴
			۱۱۹	راجہ بیربل	۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اردو زبان کی

# پوتھی کتاب

خدا کی قدرت

(۱)

از مؤلف

اس میں ظاہر ہے خوشنما  
چھوٹی بڑی جس قدر ہیں شیا  
اچھی شکلیں دکھائیں اس نے  
حکمت سے نہیں ہے کوئی خالی  
ہیں اس کے تمام کام بے عیب  
چھوٹی چڑیاں پھدک رہی ہیں  
پھولوں پہ پرندے آ کے چمکے  
اور پھول ہیں عطر میں بسائے  
پھولوں کا جدا جدا ہے انداز  
ہے در پہ کھڑا عزیز ناکام

جو چیز خدا نے ہے بنائی  
کیا خوب ہے رنگ ڈھنگ سب کا  
روشن چیزیں بنائیں اس نے  
ہر چیز کی ہے اداز رالی  
ہر چیز ہے ٹھیک ٹھیک لاریب  
نقصی کلیاں چٹک رہی ہیں  
اس کی قدرت سے پھول ہلکے  
چڑیوں کے عجیب پر لگائے  
چڑیوں کی ہے بھانت بھانت آواز  
محلوں میں امیر ہیں بہ آرام

ہے کوئی غنی تو کوئی محتاج  
 روزی دنوں کو دی خدانے  
 تاروں بھری رات کیا بنائی  
 موتی سے پڑے ہوئے ہیں لاکھوں  
 کیا دودھ سی چاندنی ہے چٹکی  
 تارے لہے صبح تک نہ وہ چاند  
 نیلا نیلآب آسماں ہے  
 شام آئی تو اس نے پردہ ڈالا  
 جاڑا - گرمی - بہار - برسات  
 جاڑے سے بدن ہے تھر تھرتا  
 سردی سے ہیں ہاتھ پاؤں ٹھرتے  
 سرسوں پھولی بسنت آیا  
 پھولیں نئی کونپلیں شجر میں  
 جاڑے کی جوڑت پلٹ گئی ہے  
 گرمی نے زمین کو تپایا  
 برسات میں دل ہیں بادلوں کے  
 رو آتی ہے زور و شور کرتی  
 کس زور سے بہ رہا ہے نالا  
 بل کھا کے ندی نکل گئی ہے

بے گھر ہے کوئی کسی کے گھر راج  
 معمور ہیں و تدرتی خزانے  
 دن کو بخشی عجب صفائی  
 ہیرے سے جڑے ہوئے ہیں لاکھوں  
 حیلن ہو کر بنگاہ ٹھٹکی  
 آگے سورج کے ہو گئے ماند  
 وہ رات کی انجن کہاں ہے  
 پھر صبح نے کر دیا اُجالا  
 ہر رات میں نیا سماں نئی بات  
 ہر شخص ہے دن میں ہو پکھاتا  
 سب لوگ الاؤ پر ہیں گرتے  
 سب نے پھاگن کا راگ گایا  
 اک جوش بھرا ہوا ہے سر میں  
 دن بڑھ گیا رات گھٹ گئی ہے  
 بھانے لگا ہر کسی کو سایا  
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے  
 دابان زمین کو کترتی  
 اونچے ٹیلے کو کاٹ ڈالا  
 رُخ اپنا اُدھر بدل گئی ہے

بستی ہے بسی اجاڑ کے پاس  
 جنگل ہی میں ہو رہا ہے منگل  
 باغوں میں اسی نے پھل پکائے  
 دالوں سے بھری ہوئی ہے بانی  
 اونچے اونچے درخت زیشاں  
 میری ہے کوئی، کوئی پھسڑی  
 کیا دودھ کی ندیاں بہائیں  
 ہر شے کے بنا دیئے ہیں جوڑے  
 قدرت کی بہار دیکھنے کو  
 شکر اس کا کریں زباں کھولیں

دریا ہے واں پہاڑ کے پاس  
 بستی کے ادھر ادھر ہے جنگل  
 مٹی سے خدانے باغ اُگائے  
 میوے سے لدی ہوئی ہے ڈالی  
 سبزے سے ہرا بھرا ہے میدان  
 ہم کھیلتے ہیں وہاں کبڈی  
 گائیں بھینسیں عجب بنائیں  
 پیدا کئے اونٹ بیل گھوڑے  
 روشن آنکھیں بنائیں دوڑو  
 دوہونٹ دیئے کہ منہ سے بولیں

بے شک ہے خدا قوی وقادر

ہر شے اس نے بنائی نادر

یاد کرو نلفظ اور معنی

اشیا	ناکام	مانند	قادر	آدا	غنی
شجر	نادر	حکمت	معمور	ذی شان	

## ۲۔ خود رانی کا نتیجہ

۱۔ دو کبوتر ایک ہی آشیانے میں رہا کرتے تھے۔ ایک

کا نام تھا 'بازندہ' دوسرے کا 'نوازندہ'۔ بازندہ کے دل



میں سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ یارِ غمگسار سے کہا کہ  
 مدآء! ہم تم بل کر دنیا کا گشت لگائیں۔ کیونکہ سفر میں بے شمار  
 عجائبات نظر سے گذرتے ہیں اور تجربہ حاصل ہوتا ہے۔“ ۵

سیر کر دنیا کی غافلِ زندگانی پھر کہاں

زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

۲۔ (نوازندہ) سنو بھائی! تم نے کبھی سفر کی محنت نہیں

سہی اور عزبت کی مشقت نہیں اٹھائی۔ اگر تم اس سے واقف

ہوتے تو ہرگز ایسا فضول ارادہ نہ کرتے۔

۳۔ (بازندہ) یہ تو بیچ ہے کہ سفر کی تکلیفات سے کبھی کبھی

جان پر آنتی ہے۔ مگر جہان کا سیر و تماشا کچھ ایسا دلچسپ

اور راحت افزا ہے کہ تمام کلفتوں کو بھلا دیتا ہے۔ اور

جب طبیعت کو شدید سفر کے تحمل کی عادت ہو جاتی ہے

اور عجائباتِ عالم کی دیکھ بھال کا چسکا لگ جاتا ہے۔ تو

یہ مصیبت بھی راحت معلوم ہونے لگتی ہے۔ ۵

گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی

مگر جو گل کے جو یا ہیں انھیں کیا خار کا کھٹکا

۴۔ (نوازندہ) اے رفیق! دنیا کا سیر و تماشا تو اسی

وقت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جب اپنے عزیز رفیق دوست

احباب ساتھ ہوں اور اگر ان سب کی مفارقت گوارا کر کے

سیر کی تاریخ ہے۔ ان کی جدائی کا رنج و الم تمام کیفیتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اب تم کو رہنے کے لئے گھر کھانے کے لئے دانہ پانی با فراغت میسر ہے۔ بس اسی پر قناعت کرو اور اپنے گوشہ عافیت میں سلامتی سے رہنے کو غنیمت سمجھو۔

۵۔ (بازندہ) بھائی جان! دوستوں کی جدائی کا ذکر تو فضول ہے۔ اس لئے کہ جب قطع تعلق کر کے چل کھڑے ہوئے تو جہاں کہیں جائیں گے وہاں کیا دوست آشناؤں کا فحط ہوگا؟ ملنسار کو ہر جگہ ملنے والے بہم پہنچ سکتے ہیں۔ اور خود مسافرت ہی مسافر کو پختہ کار بنا دیتی ہے۔ اس کو دوستوں کی کچھ پرداہ نہیں۔

۶۔ (نوازندہ) اچھا صاحب جب آپ قدیم دوستوں کی صحبت ترک کرنے پر استعداد رنے دوست آشنا پیدا کرنے پر آمادہ ہیں تو میری باتوں کا اثر آپ کے دل پر کیوں ہونے لگا۔ اس صورت میں صلاح و مشورہ سب بے سود۔ خیر خدا حافظ! جو تمہارے جی میں آئے سو کرو۔

۷۔ الغرض بازندہ اپنے پرانے رفیق کو چھوڑ کر اڑا۔ جنگلوں میدانوں کا سپاٹا بھرتا۔ دریاؤں کی سیر کرتا ایک پہاڑی کے دامن میں جا ٹھہرا۔ وہاں کا سبزہ زار میدان اور دلکش منظر اس کو بہت ہی بھایا۔ شام بھی قریب تھی وہیں قیام کا ارادہ کر دیا۔

۸۔ ابھی سستانے بھی نہ پایا تھا کہ یکایک زور شور کی آندھی

اُٹھی بجلی کی کڑک چمک اور بادلوں کی گھور گرج کے ساتھ ایک سخت طوفان نے اس کو گھیر لیا۔ بازندہ کو کوئی جائے پناہ نہ ملی۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں میں چھپ چھپا کر ہزار خرابی سے وہ رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو پھر اڑا۔ اب سوچتا تھا کہ وطن کو پھر چلے کبھی کہتا تھا کہ جب ارادہ کیا ہے تو چند روز اور بھی کیفیت سفر دیکھنی چاہئے۔

۹۔ اسی فکر و تردد میں بڑھا چلا جاتا تھا کہ ایک شاہین نہایت قوی چست و چالاک اور بڑا شکاری اس کی طرف چھپٹا۔ یہ آفتِ ناگہانی جو پیش آئی تو بازندہ کے ہوش اڑ گئے۔ سر سے پاؤں تک سناٹا چھا گیا۔ دل سینہ میں دھڑکنے لگا۔ اپنی عقل و فہم پر نفس کی اور اپنے نامعقول ارادے پر سخت پشیمان ہو کر دل میں کہنے لگا: ”اگر اب کی بار اس بلا سے نجات پاؤں تو پھر کبھی سفر کا نام نہ لوں اور اپنے رفیق کی صحبت کو ہمیشہ غنیمت سمجھوں۔“

۱۰۔ ادھر اس نے یہ نیت کی۔ ادھر غیب سے رہائی کا سامان شروع ہوا۔ ایک تیز پرواز عقاب دوسری جانب سے بازندہ کی طرف لپکا۔ اور چاہا کہ شاہین سے پہلے ہی اس کو جاد بوچے۔ اگرچہ شاہین اس کے جوڑ کا نہ تھا۔ مگر غیرت اور غصے نے اس کو ایسی جرات دلائی کہ فوراً عقاب کے مقابل ہو گیا۔ دونوں میں چوہنچ پنجنوں سے جھڑپ ہونے لگی۔

جب کہ دو موزیوں میں ہو کھٹ پٹ  
اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

بازندہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں جلدی کی۔  
ایک پتھر کے تلے جا گھسا۔ سُکڑا سُکڑا کر ایک تنگ سوراخ میں  
بہزار وقت اپنے تئیں چھپایا۔ اور ساری رات وہیں کائی۔

۱۱۔ جب آشیانہ مشرق سے خورشید جہاں تاب نے سز نکالا اور  
روئے زمین پر اپنے نورانی بازو پھیلا دیئے۔ تو بازندہ بھی سوراخ  
سے باہر آیا۔ اگرچہ سفر کی تکان خوف کے صدمے اور بھوک پیاس  
کی شدت سے قوت پر داز باقی نہ تھی۔ مگر چاروں ناچار پھر اڑا۔ چلتے  
چلتے ایک کبوتر نظر آیا۔ جس کے سامنے تھوڑا سا دانہ بھی پڑا تھا۔  
یہ بھوک کے مارے بیتاب تھا ہی۔ اپنے ہم جنس کی صورت دیکھی  
اور آب و دانہ حاضر، فوراً اتر پڑا۔

۱۲۔ بیچارے نے ابھی دانے پر منہ بھی نہ ڈالا تھا۔ کہ جال میں  
پھنس گیا۔ بہت تڑپا بہت پھڑپھڑایا۔ مگر جال سے مخلصی نہ پائی۔  
آخر اس کبوتر کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ کہ تیری وجہ سے میں اس  
دام بلا میں مبتلا ہوا۔ تو نے ہم جنس ہو کر مجھ عزیز پر دیسی کے ساتھ  
دغا کی۔ تجھ کو لازم تھا کہ یہاں اترنے سے پیشتر ہی مجھ کو اس خطرے  
سے آگاہ کر دیتا۔

۱۳۔ اس کبوتر نے جواب دیا کہ ”بھائی تضا کے سامنے سعی پیش

نہیں جاتی۔ یہ تمہارا افسوس محض لا حاصل ہے، بازندہ نے کہا۔  
 "خیر جو ہو اسو ہو۔ اب میری نخلصی کی سبیل نکالو! جب تک زندہ  
 رہوں گا۔ تمہارا احسان نہ بھولوں گا،" کبوتر بولا۔ "ارے بے وقوف!  
 اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو میں اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا۔ تیرا حال  
 تو اس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جس نے سفر کی ماندگی سے اکتا کر کہا  
 تھا: "اے میری پیاری ماں! اتنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا میں دم لے  
 لوں" ماں نے جواب دیا۔ "اے میرے بھولے بھالے بچے۔ اگر کہا  
 میرے ہاتھ میں ہوتی تو بھلا میں یوں لدی لدی کیوں پڑی پھرتی؟۔  
 ۱۴۔ جب بازندہ کی آس بالکل ٹوٹ گئی تو بے اختیار پھٹکنے  
 لگا۔ اور ایک بارگی جی توڑ کر زور مارا۔ اتفاق سے جاں تھا کہ نہ  
 فرسودہ فوراً ڈرے ٹوٹ گئے اور بازندہ نکل بھاگا۔ اب تو چھوٹے  
 ہی وطن کی طرف رُخ کیا۔ اثنائے راہ میں ایک ویرانہ گاؤں پڑا۔  
 وہاں ایک دیوار پر جو کھیت کے قریب ہی تھی۔ ذرا دم لینے کو ٹھہرا۔  
 ۱۵۔ کسان کے لڑکے نے جو کھیت کی رکھوالی کر رہا تھا۔ کبوتر کو  
 دیکھ لیا۔ اور چپکے سے ایک غلہ ایسا تاک کر مارا کہ اس کے بازو کو  
 رگڑتا ہوا سن سے نکل گیا۔ وہ تڑپ کر گرا۔ اور لڑکا اپنے شکار  
 کی تلاش میں دوڑا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کبوتر اس کنویں میں  
 جاگرا ہے جو زیر دیوار تھا۔ تو لڑکا مایوس ہو کر لوٹ گیا۔  
 ۱۶۔ بازندہ نے چونکہ ضرب شدید کھائی تھی۔ اس لئے ایک

رات اسی کنوئیں کے اندر افسردہ و پڑمردہ پڑا رہا۔ اگلے روز ذرا  
افاقہ ہوا تو افتاں و خیزاں وہاں سے چل نکلا۔ اور اپنے قدیم  
آشیانے کی راہ لی۔

۱۷۔ نوازندہ نے جو اس کی آہٹ سنی تو نہایت خوش ہو کر شیوائی  
کے نئے دوڑ اور بڑی خاطر و مدارات سے اس کو آشیانے میں  
لے گیا۔ پھر سفر کا حال پوچھا۔ بازندہ نے وہ مصیبت کی داستان  
سنائی اور کہا کہ ”میں سنا کرتا تھا کہ سفر سے بڑا تجربہ حاصل ہوتا ہے  
خیر مجھ کو یہی تجربہ حاصل ہوا کہ بغیر دوست کے مشورہ اور صلاح  
کے کوئی کام نہ کرنا چاہیے“

یاد کرو تلفظ اور معنی

خوردزائی	شدائد	عافیت	شاہین	دام
افسردہ	سیاحت	تحمل	قطع تعلق	نفرس
سبیل	پڑمردہ	غمگسار	مفارت	ترک
عقباب	مہار	افاقہ	غرث	احباب
سبزہ زار	جہاں تاب	کہنہ	افتاں	راحت افزا
الم	دل کشا	مخلصی	فرسودہ	حیران
کلفت	یج منظر	قضا	اٹنا	مدارات

## ۳۔ محمود غزنوی اور بڑھیا

۱۔ محمود کے حال میں مورخوں نے ایک بڑا دلچسپ قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیک دل اور منصف مزاج تھا اور جب کوئی اس کو نیک مشورہ دیتا تھا۔ تو گو اس کی طبیعت کے خلاف ہوتا مگر فوراً مان لیتا تھا۔

۲۔ لکھا ہے کہ غزنی سے ایران کو جو سڑک جاتی ہے۔ اس پر بلوچی قزاقوں نے ایک مضبوط قلعہ اپنی جائے پناہ بنا لیا تھا جو سوداگر اس راہ سے گزرتے وہ قزاق ان کو قتل و غارت کرتے۔ ایک دفعہ انھوں نے تاجروں کے ایک کارواں کو لوٹ لیا اور خراساں کے ایک نوجوان کو مار ڈالا۔

۳۔ اس نوجوان کی بڑھیا ماں روتی پلٹتی دادخواہی کے واسطے محمود کے دربار میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ مقام میرے پایہ تخت سے اتنے دور دراز فاصلے پر ہے کہ وہاں کی وارداتوں کا انتظام دشوار ہے، یہ سن کر اس مظلوم نے کہا۔ ”پھر ایسا ملک جس کی امن و امان کا بندوبست تجھ سے نہیں ہو سکتا اپنے قبضہ میں کیوں رکھ چھوڑا ہے اور اس پر حکومت و حراست کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟“

۴۔ بڑھیا کی اس بیباکانہ تقریر اور سچی بات نے بادشاہ کے

دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ فوراً ان قزاقوں کے غارت کرنے پر مستعد ہو گیا۔ اور آئندہ کے لئے حکم دے دیا کہ جو قافلہ اس راہ سے گذرے اس کے ہمراہ ایک فوجی گارڈ جایا کرے۔

یاد کر ڈ تلفظ اور معنی

مورخ قزاق غارت کارواں واردات  
منصف مزاج قتل تاجر مظلومہ جبراست

### ۴۔ محمود غزنوی اور کنورائے والی قنوج

۱۔ ایک بار سلطان محمود غزنوی نے قنوج پر یورش کی۔ یہ شہر اس زمانہ میں نہایت آراستہ و پیراستہ بارونق و مالامال اور راجہ کنورائے کا دارالسلطنت تھا۔ جب سلطانی لشکر قریب پہنچا تو اس کی عظمت و شوکت دیکھ کر راجہ کو تابِ مقادمت نہ ہوئی۔ ناچار سلطان کے روبرو خود حاضر ہو کر اظہارِ عجز و نیاز کیا۔

۲۔ یہ کیفیت دیکھ کر سلطان کا دل بھی نرم ہو گیا۔ شاہانہ لطف و مدارات سے پیش آیا اور اس کے ملک و مال سے کچھ تعرض نہ کیا۔ تین روز تک راجہ کے ہاں مہمان رہا اور بوقتِ رخصت وعدہ کیا کہ اگر کوئی غنیمت تمہاری اذیت کے درپے ہوگا تو امداد و اعانت کے لئے میں خود آؤں گا۔

۳۔ جب سلطان واپس چلا گیا۔ تو راجگان ہند نے اس اتحاد



اخلاص پر اس کو سخت لعنت ملامت کی۔ اور راجہ کالج کے ساتھ ہو کر دربار قنوج پر سب نے حملہ کیا۔ سلطان یہ خبر پا کر حسب وعدہ اپنے دوست کی کمک کے واسطے روانہ ہوا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ یہاں پہنچے۔ کنور رائے کا کام تمام ہو چکا تھا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

یُورِش عَظِیْمَتْ مِقَاوَمَتْ غَنِیْمِ اِتْحَادِ دَرْبَارِ  
 پیراستہ شوکتِ عِجْزِ اِدِیْتِ اِخْلَاصِ حَسَبِ  
 مالا مال تَابِ تَوْحِیْنِ اِعَانَتِ لَعْنَتِ كَمَكِ

## ۵۔ گرمی کا موسم

از مؤلف

بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینا  
 ہو اپیروں تلے پوشیدہ سایا  
 لیٹ ہے آگ کی گویا کرٹی دھوپ  
 کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے  
 بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے  
 چرنلے بھی ہیں گہرائے سے پھرتے  
 مگر ڈبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں

مسی کا آن پہنچا ہے مہینا  
 بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا  
 چلی لؤ اور تڑاتے کی پڑی دھوپ  
 زمین ہے یا کوئی جلتا تو ہے  
 درو دیوار ہیں گرمی سے تپتے  
 پرندے اڑ کے ہیں پانی پیگرتے  
 درنلے چھپتے ہیں جھاڑیوں میں

نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی | زمیں کافر ہے چھت آسمان کی  
نہ پنکھا ہے نہ ٹیٹی ہے نہ کرہ | اذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو جو ملی

غریبوں کا بھی ہے اللہ سیلی

یاد کرو تلفظ اور معنی

اللہ سیلی

ثمرہ

بنی آدم

## ۶۔ سلطان ناصر الدین

۱۔ دہلی کے بادشاہوں میں سلطان ناصر الدین بڑا نیک اور خلیق شجاع۔ عابد اور سخی تھا۔ اس کا دربار اور سلطنت کا ساز و سامان تو نہایت شاندار تھا۔ مگر اپنی بود و باش کا خاص محل نہایت سادہ اور بے تکلف تھا اور بادشاہوں کی طرح اس کی حرم سرا بیگمات اور کینزوں کی چھاؤنی نہ تھی صرف ایک بیگم تھی وہی بیچاری گھر کا سب کام کاج کرتی کھانا بھی اپنے ہاتھ سے پکاتی۔

۲۔ ایک روز اس نیک بخت بنی بنی نے سلطان سے درخواست کی کہ ”ایک لونڈی باورچی خانے کا کام کرنے کو خرید لیجئے تو بہتر ہو۔ روٹیاں پکانے سے میرے ہاتھ جھلستے ہیں“ سلطان نے جواب دیا کہ ”شاہی خزانہ رعایا کا مال ہے۔ میرا حق اس

میں کچھ نہیں کہ روپیہ لے کر لوٹدی خریدوں۔ میرا ذاتی خرچ قرآن شریف کی کتابت سے چلتا ہے۔ اس میں صرف کھانے پھننے کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ اے بیگم تو صبر کے ساتھ اس مشقت کو برداشت کر امید ہے کہ خدا آخرت میں اس کا اجر دے گا۔

۳۔ تمام عمر اس بادشاہ کی فقیرانہ بسر ہوئی۔ ہمیشہ عبادت الہی اور پرہیزگاری میں مشغول رہا۔ اپنے مصارف کے واسطے سلطنت کے خزانے سے اس نے کبھی ایک حبہ نہیں لیا۔ صرف قرآن مجید کی کتابت پر اوقات بسر کی ایک بار کسی امیر نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ہے معمول سے زیادہ دام دیئے۔ یہ امر سلطان کو ناگوار خاطر ہوا اس لئے آئندہ سے خفیہ طور پر ہدیہ کرنے کا اہتمام کیا

۴۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ہلاکو خاں مغل کا ایلچی آیا تھا۔ اس کے استقبال کو سلطان کا وزیر بلبن بڑی شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ جس کی جلو میں پچاس ہزار سوار دو لاکھ پیادے اور دو ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ اس وقت طبل و نقارہ کی صدا۔ نصیریوں کا شور۔ ہاتھیوں کا چنگھاڑنا۔ گھوڑوں کا ہنہانا۔ ہتھیاروں کا چمکنا۔ آتش بازی کا چھوٹنا۔ ایسا عجیب ہنگامہ تھا جس نے مغل سفیر کے دل پر بڑا اثر کیا۔ جب اس کو سلطانی دربار میں بار ملا۔ تو بارگاہ کی آرائش اور اس میں عالی جاہ شاہزادوں

ذی شان امیروں اور ہند کے راجہ مہاراجوں کا ہجوم دیکھ کر اور بھی  
دنگ رہ گیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

نیک نہاد خلیق عابدِ سخی حرم سرا گنیز  
کتابتِ اجر حبتہ بدیہ طبلِ بارِ آخرت  
مصارفِ مخفیہ جلوِ نیفری بارِ گاہ

۷۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے

از مولف

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر  رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر  
نہ اجالے میں ہے کسی کا ڈر  نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو  چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو  
مینہ نے آنندھی نے مجھ کو گھیرا ہو  لیک پڑ ہوں دل نہ میسرا ہو

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ طوفان کا ہوسناٹا  سخت اندھیاء کا چلے جھونکا  
جرٹ سے پڑوں کو دے اکھیڑ ہوا  میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے [ ] شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے  
دہم کرتے ہیں لوگ بیچارے [ ] میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

چاند سورج کا دیکھ کر گہنٹا [ ] میرے سجدوں کو ہے کھٹکا  
لوگ کرتے ہیں خوف کا چرچا [ ] پر مجھے اس کی کچھ نہیں پرواہ  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو آدم دار [ ] دم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہے انار  
سب پر طاری ہوں خون کے آثار [ ] میرے بھانویں مگر نہ ہوں زہنار  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میدان [ ] یا پیرانا کوئی کھنڈر سنسان  
کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان [ ] نہ خطا ہوں وہاں مرے اوسان  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ہو بیابان میں گزر میرا [ ] یا سمندر پہ ہو سفر میرا  
دور رہ جائے مجھ سے گھر میرا [ ] رہے پھر بھی قوی جگر میرا  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی [ ] اور ہاتھی ڈباؤ ہو پانی  
پارکھیوا نہ ہو بہ آسانی [ ] مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شکروں کی جہاں چرٹھائی ہو [ ] شہ سواروں نے باگ ٹھائی ہو

اور گھسان کی لڑائی ہو [ ] واں بھی اہلیت نہ مجھ پہ چھائی ہو  
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

یاد کر دو تلفظ اور معنی

ہوں پُروہوں اصلاً طاری طغیانی شہ سَمَوَارِ اہلیت

## ۸۔ ایک پودا اور گھاس

از مؤلف

باغ میں دونوں کھڑے ہیں بائیں بائیں  
کیا انوکھا اس جہاں کا ہے طریق  
ایک قدرت ہے دونوں کی حیثیت  
واسطے دونوں کے یکساں ہے بنی  
پھینک دیتے ہیں مجھے جڑ کھود کر  
کھایا گھوڑے گدھے یا بیل نے  
اس کی لی جاتی ہے ڈنڈے سے خیر  
کیا ہی عزت سے بڑھاتے ہیں تجھے  
کچھ پتا اس کا بتا "اے دوست دار"  
"گھاس! سب بیجا ہے یہ تیرا گلا  
صرف سایا اور میوہ ہے عزیز

آفتاباً ایک پودا اور گھاس  
گھاس کہتی ہے کہ اے میرے رفیق  
ہے ہماری اور تمہاری ایک ذات  
مٹی اور پانی ہوا اور روشنی  
تجھ پہ لیکن ہے عنایت کی نظر  
کون دیتا ہے مجھے یاں پھیلنے  
تجھ پہ منہ ڈالے جو کوئی جانور  
اور پالے سے بچاتے ہیں تجھے  
چاہتے ہیں تجھ کو سب کرتے ہیں سارے  
اس سے پونے نے کہا یوں سر بلا  
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ بھی تمیز

فائدہ اک روز مجھ سے پائیں گے سایہ میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے  
 ہے یہاں عزت کا سہرا اس کے سر  
 جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر

یاد کرو تلفظ اور معنی

اتِّفَاقًا طَرِيقَ حَيَاتٍ تَمَيِّزَ عَزِيزٍ رَيشَتَر

(۹) سُلْطَانُ جَلَالِ الدِّينِ خَلِجِي

۱۔ جلال الدین عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا جب  
 بلبن کا پوتا کیتباد مئے نوشی کی کثرت سے لقاہ اور فالج میں  
 مبتلا ہو گیا تو جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے  
 کے بعد کوشک لعل میں گیا۔ جو سلطان بلبن کا دیوان خاص تھا  
 وہاں پہنچ کر دستور قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقرران  
 خاص میں سے ایک نے سبب پوچھا تو کہا۔ کہ ”میں اس مکان کا  
 ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے آقا کا بنوایا ہوا ہے۔ مجھے اپنی  
 جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بننا پڑا۔ ورنہ میں کہاں اور تخت  
 شاہی کہاں۔“

۲۔ وہ اپنے قدیم دوستوں سے ہمیشہ اسی بے تکلفی کے ساتھ  
 ملتا رہا جو حصول سلطنت سے پہلے تھی۔ نہایت سادہ مزاج راستباز  
 اور رحم دل آدمی تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اس کی حمد لی

سلطنت کے نظم و نسق میں بھی خلل انداز ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک بار قلعہ رتھنبور کو فتح کرنے سے صرف اس واسطے چھوڑ دیا کہ بندگانِ خدا کا خون نہ بہے۔

۳۔ وہ اکثر موقعوں پر قہر و غضب کے بجائے احسان و مروت سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ باغیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو وفادار جاں نثار دوستوں کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اس بادشاہ نے سلطان بلبن کے بھتیجے کو کڑا مانک پور جاگیر میں دے دیا تھا۔ مگر کسی سبب سے وہ باغی ہو گیا اور بادشاہی فوج سے مقابلہ کر بیٹھا۔

۴۔ آخر کار وہ اور اس کے رفقاء گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لائے گئے۔ اس خدا ترس رحم دل نے فوراً سب قیدیوں کی مشکیں کھلوادیں۔ ان کو غسل کرایا۔ نیا لباس پہنایا۔ عطر لگایا اور نہایت لطف و عنایت سے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

۵۔ جب آب و طعام سے فراغت پا چکے تو باغی جاگیر دار کے رفیقوں سے خطاب کیا کہ ”اگرچہ تم میری فوج سے لڑے ہو۔ مگر میں تمہاری اس وفاداری اور نمک حلائی سے نہایت خوش ہوا جو تم نے اپنے آقا کی رفاقت میں کی ہے۔“ غرض اتنی خاطر مدارات کی کہ وہ لوگ اپنے کردار سے بہت نادام اور منفعیل ہوئے۔ اس کے بعد ان کا تصور معاف کیا۔ اور بلبن کے بھتیجے کو ملتان کے علاقے میں جاگیر دے کر رخصت کر دیا۔



یاد کرو تلفظ اور معنی •

مے نوشی جلوہ افروز آقا نظم و نسق مروت رفقار  
لقوہ کوشک راستباز خلک انداز جان نثار  
طعام فالج مقرب نظم قہر باغی منفععل

## (۱۰) سلطان فیروز

۱۔ فیروز کا باپ سلطان غیاث الدین کا حقیقی بھائی اور سہیلہ  
تھا۔ ابھی فیروز کی عمر پورے سات برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی  
کہ یتیم ہو گیا۔ مگر چچا نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔  
اور باپ سے زیادہ اس کی تعلیم و تربیت میں سعی فرمائی۔ آداب  
سلطنت اور آئین حکومت کے اسرار سے اس کو ماہر کیا۔

۲۔ جب اٹھارہ برس کا سن ہوا تو شفیق چچا نے بھی رحلت  
کی۔ اب چچا زاد بھائی محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اس نے بھی اس نوجوان  
بھائی کے حال پر ہمیشہ نظر عنایت رکھی۔ یہاں تک کہ دمِ آخر وصیت  
کی کہ میرے بعد تاج و تخت کا وارث میرا عزیز اور لائق بھائی فیروز ہے۔

۳۔ دوسرے دن تمام امراء، علماء اور صلحاء اس کی خدمت  
میں حاضر ہوئے اور تختِ سلطنت پر اجلاس کرنے کی درخواست  
کی۔ ملک فیروز نے جواب دیا کہ صاحبو! اول تو اس بارگراں  
کے اٹھانے کی مجھ میں قابلیت نہیں۔ دوسرے میرا قصد ہے

حج بیت اللہ کا۔ پس مجھ کو معاف رکھئے،“

۴۔ مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ پایا تو اٹھ کر وضو کیا۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دعا مانگی۔ کہ خدایا! ”تیری اعانت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا۔ میں اس بار عظیم کو محض تیری حفظ و حمایت کے بھروسے پر اٹھاتا ہوں تو ہی میری مدد کر“ یہ کہہ کر تاج شاہی پہنا۔ مگر ماتمی لباس نہ اتارا۔ مقرران خاص نے تبدیل لباس کے لئے التماس کیا۔ تو فرمایا۔ کہ یہ اس شخص کے ماتم کا لباس ہے جو میرا باپ، استاد، مرنی اور آقا تھا۔ ممکن نہیں کہ جاہ و سلطنت کی مسرت اس کی جدائی کے غم کو بھلا دے۔

۵۔ وہ بڑا رعایا پرور نیک منش اور رحمدل بادشاہ تھا پہلا کام اس نے یہ کیا کہ تغلق کے زمانے کا زرِ تقاوی جو رعایا کے ذمہ واجب الادا تھا۔ یک لخت معاف کر دیا۔ ایک بار اس نے ملک سندھ پر فوج کشی کی تھی۔ سندھیوں نے شاہی فوج کی تباہی کا یہ سامان کیا کہ فصل زمیع کی زراعت جو تیار تھی خود برباد کر دی، جب یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو فیروز شاہ نے دوسرے ملک سے غلہ خرید کر منگوا لیا اور حملہ جاری رکھا۔ اتفاق سے چار ہزار آدمی غنیم کے گرفتار ہو کر آگئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے شاہی فوج کو فائقے سے مارنے کی تدبیر کی تھی، مگر اس فیاض نے ان کو خوب شکم سیر کھانا کھلایا۔

۶۔ یہ بادشاہ تکلف اور اسراف کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ خود



بھی موٹے کپڑے عام آدمیوں کے سے پہنتا تھا۔ چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ اس نے نگر کوٹ سے چند فاضل پنڈت بلوا کر سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا۔ اس کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ سرائیں، خانقاہیں، مسجدیں اکثر بنوائیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں، بے شمار باغات لگوائے۔ کئی شہر آباد کئے۔ چنانچہ جونپور اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ بعض حرکات اس کی ایسی تھیں کہ جو اس کے ضعف عقل پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً فال شگون اور خواب کی تعبیر کا بڑا معتقد تھا اور اہلکاروں کی رشوت ستانی سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا تھا۔

یاد کرو تلیفظ اور معنی



یتیم رحلت صلحا تقاوی اسراف تعبیر  
وصیت مرنی یک لخت ظروف معتقد ماہر بیت اللہ  
نیک منش شکم سیر خانقاہ رشوت ستانی شگون

(۱۱) کوشش کئے جاؤ



دکان بند کر کے رہا بیٹھ جو تو دی اس نے بالکل ہی لٹیٹا ڈبو  
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کر کام کو تو قہ تو ہے خیر جو ہو سو ہو  
کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو تپسریہ پانی پڑے متصل  تو گھس جائے بے شہرہ پتھر کی سل  
 رہو گے اگر تم یونہی مستقل  تو اک دن نتیجہ بھی جائے گا بل



کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب  تو کیا دو گے کل امتحان میں جواب  
 نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب  کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب



کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

نہ تم بچاؤ نہ ہرگز ڈرو  جہاں تک بنے کام پورا کرو  
 مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو  طلب میں جیو جستجو میں مرو



کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو تم شیر دل ہو تو مارو شکار  کہ خالی نہ جائے کام مردوں کا دار  
 مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار  جو ہمت کرو گے تو بیڑا ہے پار


کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو بازی میں سبقت نہ لیجاؤ تم  خبردار ہرگز نہ گھبراؤ تم  
 نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پھپھتاؤ تم  ذرا صبر کو کام نہ سراؤ تم

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں  پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلوں  
 کرو پاس تم صبر کا امتحاں  نہ جائے گی محنت کبھی رائیگاں

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

تردد کو آنے نہ دو اپنے پاس  ہے یہودہ خوف اور بیجا ہراس

رکھو دل کو مضبوط قائم حواس ﴿۱﴾ کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ اس  
 کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!  
 کرو شوق دہمت کا بھنڈا بلند ﴿۲﴾ کو داؤ اولوالعزمیوں کا سمند  
 اگر صبر سے تم سہو گے گزند ﴿۳﴾ تو کہلاؤ گے ایک دن فتح مند  
 کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُتَّصِلٌ مُسْتَقِلٌّ سَبَقَتْ أُولُو الْعِزْمِ سَمْنَدٌ گزند

## ۱۲ نور جہاں بیگم

۱- اس بیگم کا نام ہر النساء خاتم تھا۔ جب شہنشاہ جہانگیر سے  
 شادی ہوئی۔ نور محل اس کا لقب ہوا۔ پھر نور محل سے نور جہاں خطاب  
 پایا۔ چنانچہ آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

۲- یہ بیگم ایران کے ایک معزز خاندان کی بیٹی تھی ایک زمانے  
 میں اس کا دادا (خواجہ محمد) شاہ ایران کا وزیر تھا۔ اس کے انتقال  
 کے بعد اس کے بیٹے مرزا غیاث کا ستارہ کچھ ایسا نحوست میں آیا  
 کہ روٹیوں کو محتاج ہو گیا۔ آخر تنگ آکر وطن کو ترک کیا۔ اور تلاش  
 معاش کیلئے ہند کی جانب روانہ ہوا۔

۳- اثنائے راہ میں قندہار کے قریب اس کے ہاں یہ لڑکی پیدا  
 پیدا ہوئی۔ اس پر دو دن کا فاقہ تھا ایسی مصیبت اور بے سامانی

کی حالت میں ماں باپ کو اس کی پرورش دو بھر معلوم ہوئی۔ ناچا کلیجے پر پتھر رکھ، اس لخت جگر کو رستے میں ڈال آگے بڑھے۔ اس وقت تو اس لڑکی کی ولادت ان کو منحوس معلوم ہوئی۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن یہ اقبال مند لڑکی ایک نامور عظیم الشان ملکہ ہند بنے گی۔

۴۔ جب نور جہاں کے والدین اس کو جنگل میں چھوڑ کر آگے چلے تو پیچھے سے ایک قافلہ پہنچا اور اس معصوم کو یوں جنگل میں پڑا دیکھ کر ایک سوداگر کو ترس آیا وہ کفیل پرورش ہوا۔ اور اس کی ماں ہی سے کچھ ماہوار طے کر کے دودھ پلانے اور پالنے پر مقرر کیا۔

۵۔ غرض اس طور سے نور جہاں اور اس کے ماں باپ ہند میں پہنچے اور اسی سوداگر کے ذریعے سے جس نے لڑکی کی پرورش اپنے ذمے لی تھی، مرزا غیاث کی رسائی اکبر کے دربار تک ہو گئی۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں نور جہاں کے باپ اور بھائی نے دربار شاہی میں بہت کچھ رسوخ حاصل کر لیا۔ اور اس کی ماں بے تکلف محل شاہی میں آنے جانے لگی۔

۶۔ جب نور جہاں جوان ہوئی تو اکبر نے اس کی شادی ایک ایرانی نوجوان شیرانگن سے کرادی اور اس کو بردوان کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر جہانگیر کے عہد میں خود بادشاہ کے ایما سے شیرانگن مارا گیا۔ اور اس کی بیوہ شاہی محل میں داخل ہو کر بادشاہ کی ماں کی مصاحبہ مقرر ہوئی کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے نکاح میں آئی اور ملکہ نور جہاں کہلائی۔

۷۔ صورت اور سیرت کی خوبیوں کے علاوہ نہایت عاقل ہوشیار اور سلیقہ مند عورت تھی۔ اس نے بادشاہ کے مزاج کی بہت اصلاح کی۔ تند خوئی اور غصے کو دھیمایا۔ شراب کم کرا دی۔ سلطنت کے کاروبار کو خود سنبھال لیا۔ روپیہ اور اشرفی کے سکے میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی شامل تھا۔ ناپور۔ لباس اور کھانوں میں نئی نئی ایجادیں کیں۔ وہ بڑی شاعرہ لطیفہ سنج اور حاضر جواب تھی۔ گھوڑے کی سواری اور فنون سپہ گری میں بھی اس کو خوب مہارت تھی۔

۸۔ ایک روز بادشاہ مع بیگم کے شکار گاہ میں تھا۔ وہاں قراولوں نے چار شیر گھیر رکھے تھے۔ جس وقت شیر نظر آئے تو نور جہاں بیگم نے جو ہاتھی کی عماری میں سوار تھی۔ بادشاہ سے التماس کیا۔ اگر حکم ہو تو میں ان شیروں پر بندوق چلاؤں؛ بادشاہ نے اجازت دی۔ ان میں سے دو کو بندوق کی دو گولیوں سے گرا دیا۔ اور دو کا کام دو تیروں سے تمام کیا۔

۹۔ یہ پھرتی اور نشانہ بازی دیکھ کر بادشاہ کو بھی حیرت ہوئی۔ کچھار نشانے پیہم لگائے جن میں سے ایک بھی خطانہ ہوا۔ اسی وقت بادشاہ کے حکم سے ہزار اشرفیاں نثار کی گئیں اور ایک پہنچی الماس کی جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی، اس کام کے صلے میں بیگم کو مرحمت ہوئی۔

۱۰۔ جب جہلم کے کنارے جہانگیر بادشاہ کو مہابت خاں نے قید کر لیا تھا تو بیگم نے تمام سرداروں کو بلا کر لعنت ملامت کی کہ تم نے

اپنے جیتے جی اپنے آقا کو کیوں گرفتار ہو جانے دیا۔ پھر تمام فوج کو ساتھ لے کر بادشاہ کی رہائی کے لئے مہابت خاں کی سپاہ پر حملہ کیا۔

۱۱۔ سلیم خود تیر و کمان لے کر ہاتھی کے ہودہ میں بیٹھی۔ سب سے پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا۔ اور لڑتی بھرتی خیمہ گاہ تک پہنچی۔ مگر بد قسمتی سے اس کی فوج نے شکست کھائی۔ تمام سردار اور سپاہی بھاگ گئے۔ یہ حال دیکھ کر خود بھی بادشاہ کے پاس قید میں چلی گئی اور وہاں پہنچ کر اپنی دانشمندی سے ایسا سے ایسا بندوبست کیا کہ بادشاہ کو مہابت خاں کی قید سے صاف چھڑا لیا۔

۱۲۔ جب جہانگیر مر گیا اور اس کے سہاگ بھاگ کا زمانہ ختم ہوا تو بارہ برس سوگ کی حالت میں کاٹے اور بعد انتقال بمقام لاہور اپنے شوہر کے پہلو میں مدفون ہوئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مَعَزَز	عَظِيمُ الشَّانِ	اِمْبَا	فَنُون	نِشَار
كَيْفِيْل	سَيْرَت	تَنْدُخُوْنِي	صِلَه	لَحْتِ جَگَر
مَعْصُوْم	لَطِيْفَه	رُسُوْح	قِرَاوَل	مَدْفُوْن

## (۱۳) دو مکھیاں

از مولف

فکر انجرام اسے نہیں مطلق  
دیتی پھرتی ہے مفت اپنی جاں

ایک مکھی کہ ہے بڑی احمق  
کوٹہ اندیش لالچی ناداں



گری شیرے پر حرص کے مارے  
آنکھ اس کے ہیے کی پھوٹ گئی  
آخرش پھنس کے رہ گئی مکھی  
ایک مکھی بے سخت دوراندیش  
اس پر غالب نہیں ہوسنا کی  
کہیں مصری کی جب ڈلی پائی  
گرچہ اس کام میں لگی کچھ دیر  
سیر ہوتے ہی اڑ گئی، پھڑ پھڑ  
کس مزے سے گذارتی ہے دن

پاؤں اور پیر لٹھڑ گئے سارے  
اکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی  
کیا حماقت کی چاشنی چکھی  
سوچ لیتی ہے کام کا پس و پیش  
گرم پرواز ہے بہ چالاکی  
تو بہ آہستگی اتر آئی  
چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر  
دور بینی کا اس کو یاد ہے گڑ  
شکر کا گیت گاتی ہے بھن بھن

یاد کرو تلفظ اور معنی

انجام کوتراندیش    دوراندیش    ہوسناک    ڈوربینی

## (۱۴) کونلے کی کان

۱۔ بعض ملکوں میں کان کھود کر ایک قسم کا کونلہ نکالا جاتا ہے جو پتھر کا کونلہ مشہور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ پتھر نہیں۔ بلکہ نباتات کی قسم سے ہے۔ یورپ اور امریکہ کی اکثر دلاتیوں میں یہ کونلہ نکلتا ہے مگر نہایت عمدہ قسم کا کونلہ انگلستان کا ہوتا ہے۔ انگلستان کے لئے اس کونلہ کی کان گو یا دولت کی کان ہے۔ تمام دھانی کلوں کے کارخانے اور دھانی کشتیاں اسی کے وسیلے سے جاری ہیں۔ اور

چونکہ وہ سردِ خط ہے۔ اس لئے کھانا پکانے اور مکان کو گرم رکھنے کے لئے بھی یہ کونلہ کام دیتا ہے۔

۲۔ کونلے کی کان کو کھودنے کو بڑی عقل و حکمت درکار ہے کلوں کے وسیلے سے کھودا اور نکالا جاتا ہے۔ اول ایک گہرا غار کونلے کے مخزن تک کھودتے ہیں۔ پھر وہاں کا پانی گل کے وسیلے سے نکال کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ اس کے بعد کونلہ کھدنا شروع ہوتا ہے۔ بیج میں کونلہ کے ستون چھوڑتے جاتے ہیں تاکہ اوپر کی زمین بطور چھت کے قائم رہے ستون ایک دوسرے کے محاذی اور برابر فاصلے پر ہوتے ہیں۔

۳۔ جب دور تک اندر ہی اندر کان کھد جاتی ہے۔ تو نہایت خوبصورت گھر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔ تمام کونلہ ایک ہی جگہ نہیں ملتا بلکہ اس کی شاخیں اطراف زمین میں پھیلی ہوئی ملتی ہیں۔ اس لئے کان کے اندر مختلف سمتوں میں ستون اور حجرے بن جانے سے ایک بڑا شہر سا معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ کان کے اندرونی رستے نہایت تیرہ و نثار ہوتے ہیں وہاں نہ روز روشن کا اثر ہوتا ہے۔ نہ شب ماہ کی خبر۔ ہر دم اندھیرا گھپ رہتا ہے۔ اس لئے کام کرنے کے مقامات پر جا بجا روشنی کا اہتمام رکھتے ہیں۔

۵۔ جب کان دور تک پہنچ جاتی ہے تو کونلہ سیلوں اور گھوڑوں کے ذریعہ سے اس کے دہانے تک پہنچایا جاتا ہے۔ انھیں ستونوں کے اندر لدے لدائے جانور آتے جاتے ہیں۔ زمین کے نیچے ہی گھوڑے سیلوں کے لئے اصطبل اور تھان بناتے اور وہیں ان کے لئے دانہ چارہ پہنچاتے

ہیں صرف ہفتے کے روز جانوروں کو تعطیل ملتی ہے۔

۶۔ کان کے اندر کی ہوا نہایت خراب ہوتی ہے۔ اسلئے تازہ ہوا گل کے ذریعہ اوپر سے پہنچائی جاتی ہے۔ تھوڑی دورت تک اس کے اندر چراغ لے جا سکتے ہیں مگر زیادہ اندر کی طرف چراغ یا آگ جائے تو ہوا مشتعل ہو کر تمام کان کو اڑا دے۔ اور جو اسکے اندر ہو۔ اس کی وہیں قبر بنا دے۔

۷۔ کبھی کبھی آتش زدگی کا حادثہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بڑا دھماکہ ہوتا ہے اور بہت سے کام کرنے والے دب کر جاتے ہیں۔ یہ زمانہ سابق میں ایسے حادثے اکثر ہو کرتے تھے۔ مگر اب تو مدت سے ایک قسم کی محفوظ لائین خاص کان کے اندر کام کرنے کے لئے ایجاد ہو گئی ہے جس میں آگ لگ جانے کا اندیشہ نہیں۔

۸۔ ہندوستان میں بھی ضلع بردوان و سلہٹ کے علاقے میں کافی کوئلہ نکالتا ہے۔ جو ریل کے انجنوں میں جلایا جاتا ہے اگر یہ قدرتی کوئلہ نہ ملتا تو لکڑی بہت ہی گراں ہو جاتی۔ غرض کوئلہ بھی ایک قدرتی دولت ہے جو تہ زمین کے اندر دھلت اور جواہرات کی طرح مدفون ہے

یا ذکرہ لفظ { نباتات } تیرہ تار مخزن  
اور معنی { مشتعل } حجرہ محاذی آتش زدگی

## (۱۵) دُمدار ستارے

۱۔ کبھی کبھی آسمان میں دُمدار ستارہ نظر آتا ہے جس کو دیکھ کر

عام لوگ خوف کرتے اور اپنی خام خیالی سے اس کو قحط و بایا انقلاب حکومت یا کسی ایسے ہی بڑے حادثے کا موجب سمجھتے ہیں۔

۲۔ ستارہ شناسوں نے دریافت کیا ہے کہ اس قسم کے ستارے آفتاب کے احاطے میں ۴۵۰ کے قریب ہیں جو کبھی تو آفتاب کے نہایت قریب سے گزرتے ہیں گویا اس کے اندر داخل ہو جائیں گے اور کبھی نہایت دور فاصلے پر نکل جاتے ہیں۔

۳۔ ان کے ساتھ ایک نورانی دُم لگی رہتی ہے۔ جو آفتاب کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ قریب آفتاب کے پہنچتے ہیں تو دُم بڑی نظر آتی ہے اور جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے اسی قدر دُم کا حجم گھٹتا جاتا ہے۔

۴۔ ان کی روشنی ذاتی نہیں، بلکہ وہ سورج کی روشنی سے چمکتے نظر آتے ہیں۔ ان کا دورہ بھی مدتہائے دراز کے بعد ہوتا ہے بعض دمدار ستارے تلو سو سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد نظر آتے ہیں۔

۵۔ بعض علمائے ہدیت نے دمدار ستاروں کی نسبت بڑی تحقیقات کی ہے اور ان میں سے بعض کے طلوع و غروب کا ٹھیک زمانہ بھی معلوم کر لیا ہے۔

۶۔ غرض ساحت افلاک میں جتنے اجرام انسان کو نظر آتے ہیں۔ ان تمام میں زیادہ تعجب خیر اور حیرت انگیز یہ ہی دمدار ستارے ہیں۔ مگر

لوگوں نے جو بڑے آثار ان سے منسوب کر رکھے ہیں وہ نرا وہم ہے جس کی اصل کچھ نہیں۔

یاد کر و تلفظ اور معنی

خام نَبِیَّالی بَعْدَ مُتَعَتِنِ اَفْلاکِ تَعَجُّبُ خَیْزِ اِثْناَرِ  
اِنْقِلاَبِ حَجمِ سَاحَتِ اَجْرامِ حَیْرَتِ اَنْکیرِ مَنسُوبِ

## (۱۶) اشعارِ ذوق

کسی بکس کو لے بیدار گر مارا تو کیا مارا  
جو آپ ہی مرد باہو اس کو گر مارا تو کیا مارا  
نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکیر بن جاتا  
اگر پارے کو اے اکیر گر مارا تو کیا مارا  
بڑے موزی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا  
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا  
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قنقل مینا  
کسی نے تہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا  
کیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں  
اگر لاکھوں برس سجدے میں سہارا تو کیا مارا  
دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بد میں  
فلک پر ذوق تیرا آہ گر مارا تو کیا مارا

یاد کرو تلفظ اور معنی  
بیدارگر امارہ زہنگ قتل و مینا بیدیں

## (۱۷) قوتِ کہربائی یا برقِ یا بجلی

۱۔ مکتبوں میں بعض لڑکے یہ کھیل کھیلا کرتے ہیں کہ کبوتر یا کسی اور جانور کا تازہ پر لے کر اس کو تختی یا سلیٹ پر رکھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اسکی ڈنڈی دبا کر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں جلدی جلدی اس کے اوپر چند بار رگڑتے ہیں۔ ایسا کرنے سے پر کارواں رواں کھل جاتا ہے۔

۲۔ اس وقت ایک باریک سوت کا ٹکڑا تھوڑی دور سے اس پر رکھ کر دکھائیں تو وہ دوڑ کر اس کو پیٹ جاتا ہے۔ اگر اس حالت میں پر کہ دیوار سے لگا دیں تو اس کا ہر ایک ریشہ دیوار کو پکڑ لیتا ہے۔

۳۔ تم شیشے کو اون کے پڑے یا خشک ہاتھ پر رگڑ کر سوت یا کاغذ کا ہلکا سا ٹکڑا اس کے قریب لاؤ تو وہی تماشا نظر آئے گا جو پر کے رگڑنے سے نظر آیا تھا۔ یہی قوت مقناطیس میں ہوتی ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

۴۔ تم یہ تماشا دیکھ کر غالباً تعجب کرو گے کہ یہ کیسا طلسم اور کیسا شعبدہ ہے! حقیقت میں نہ تو یہ طلسم ہے اور نہ شعبدہ بلکہ ایک قدرتی خاصہ ہے۔ جس سے تم ناواقف ہو۔ اسی کو قوتِ کہربائی یا برقی یا بجلی کہتے ہیں۔

۵۔ اہل تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ زمین و ہوا اور تمام اشیاء کے اندر جو ان میں ہیں۔ ایک نہایت لطیف چیز پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ہر چیز میں وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض چیزوں میں کبھی کبھی اس کا جلوہ بڑی چمک دمک سے نظر آتا ہے۔

۶۔ برق کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایک شے میں زیادہ اور دوسری میں کم ہو اور وہ دونوں چیزیں متصل ہو جائیں تو فوراً ایک میں سے نکل کر وہ دوسری میں داخل ہوتی ہے۔ تاکہ دونوں جسموں میں اس کی مقدار مساوی ہو جائے جب اس کی موج رواں ہوتی ہے تو ایک چیز سے دوسری میں سرایت کرتی ہے۔ اس وقت ایک تیز روشنی اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ دو ایسے بادل جن میں برق کم و بیش ہو جب قریب ہوتے ہیں تو تم چمک اور کڑک معلوم کرتے ہو۔ جس وقت بجلی ابر سے زمین کی کسی چیز میں یا زمین کی چیز سے بادل میں داخل ہوتی ہے تو یہی تماشا اس وقت بھی ظہور میں آتا ہے۔

۸۔ اس قوت کی خاصیتیں زیادہ تر اسی صدی میں دریافت ہوتی ہیں۔ اور ان کے معلوم ہو جانے سے چند ایسی مفید اختراعات ہوتی ہیں جو انسان کے لئے بغایت کارآمد ہیں۔ تار برقی کا سا جال جو اب دنیا کے اکثر حصوں میں پھیلا ہوا ہے اور جس کے ذریعہ سے دم دم کی خبریں دور دراز ملکوں کی معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ اسی قوت

کی برکت کا ظہور ہے۔

۹۔ ایک اور آلہ ایجاد ہوا ہے جس کی وساطت سے سیکڑوں کو س تک آواز پہنچ جاتی ہے اور باہم بات چیت ہو سکتی ہے ایک اور آلہ ہے جس کے وسیلے سے آدمی کے الفاظ بجنسہ محفوظ رہتے ہیں جب چاہو اس میں سے وہی بات سن لو جو برسوں پہلے کہی گئی تھی بعض بیماریوں کے معالج میں بھی قوت برقی سے کام لیا جاتا ہے۔

۱۰۔ غرض قدرتی خزانے انھیں معمولی چیزوں میں دبے پڑے ہیں جس قدر انسان ان سے وقوف و شعور حاصل کرتا ہے اسی قدر فیض و فائدہ اٹھاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُقَاتِلِيسُ	خَوَاصُّ	اِخْتِرَاعَاتُ	مُعَالَجَةُ
طَلْسِمِ	مَسَاوِي	غَايَةِ	سَرَائِتِ
شُعْبَةُ	مُهَيَّبِ	بِجْنِسِهِ	وَسَاطَتِ

## (۱۸) اشعارِ رند

کون مرتا ہے کسی کے ا سطرے  
نفس مردودِ شقی کے ا سطرے  
بچ لاکھوں ایک بن کے ا سطرے  
جا نہیں ہے خرمی کے ا سطرے

ہیں یہ سارے جیتے جی کیوں ا سطرے  
آدمی سہتا ہے کیا کیا دلتیں  
کیوں دیئے ہیں تو نے قسام ازل  
غم نے اس درجہ کیا ملیں ہجوم



رنج و اندوہ و ملال و درد و غم | صدے ہیں یہ آدمی کے واسطے  
 بے کسی میرے لئے پیدا ہوئی | میں بنا ہوں بیکسی کے واسطے  
 کیجئے ہر دم عبث تن پروری | اے اجل! کس زندگی کے واسطے

یاد کرو تلفظ اور معنی

نفسِ شقی | خرمی | مَلال  
 مُردود | قسامِ ازل | اَجَل  
 آندوہ

## (۱۹) کفایتِ شعاری

۱۔ بعض آدمیوں کو اپنے بزرگوں کی میراث اس قدر مل جاتی ہے کہ وہ اس کی آمدنی سے بغیر محنت کے اپنا گزارہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ لیکن دنیا میں زیادہ تر ایسے آدمی ہیں جو اپنی ذاتی محنت کی اجرت سے بسر کرتے ہیں۔

۲۔ میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اجرت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نیک چلن اور دورانِ اندیش ہوتے ہیں۔ کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش پیدا کرنے پر آمادہ کرتی اور دورانِ اندیشی خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔

۳۔ دورانِ اندیش آدمی آمد اور خرچ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے وہ آگے اور پیچھے دونوں طرف دیکھتا رہتا ہے۔ وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے۔ اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو اپنی ضرورتوں کو مختصر

کر دیتا ہے۔ حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچاتا ہے تاکہ بیکاری، بیماری، قحط اور  
آلٹانی ضرورتوں کے وقت کام آئے وہ موقع پر دوسرے کی دستگیری  
کرتا ہے۔ ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے۔

۴۔ جو شخص کم فہم اور کوتاہ اندیش ہیں۔ وہ آگاہی کچھ نہیں دیکھتے نہ آمد  
کی خبر رکھتے ہیں نہ خرچ کی۔ وہ ضروری اور فضول کاموں میں کچھ تمیز نہیں  
کرتے۔ صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں۔ بچوں کی طرح اپنی ہوا و ہوس  
پوری کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ آلٹانی ضرورتوں کے واسطے کچھ نہیں بچاتے  
اس لئے بہت جلد مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ فضول  
خرچ یا مسرف کہلاتے ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کے لئے  
چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھو۔ بیجا  
خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو۔ کوئی شے (کیسی ہی ارزاں ہو) بلا ضرورت  
ہرگز نہ خریدو۔ جو خرچ محض شیخی جتانے، فخر کرنے اور اترانے کی غرض  
سے کئے جاتے ہیں ان میں ایک خر مہرہ کا اٹھا دینا بھی گناہ سمجھو۔ جو  
کچھ خرید و نقد داموں سے خریدو۔ قرض کے طور پر کوئی چیز ہرگز نہ لو۔  
اگرچہ تھوڑی دیر کے واسطے ہو۔

۶۔ غریب آدمی جو اپنی محنت کی اجرت سے گزارن کرتے ہیں اگر وہ  
کفایت شعاری کے طریقے پر چلتے اور اپنی آمد میں سے کچھ پس انداز کرتے  
رہتے ہیں تو ایک دنوں کے بعد ان کی اولاد اچھی خاصی دولت مند بن جاتی

ہے اسی طرح جو دولت مند فضول خرچی کی بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ بہت جلد مفلس اور تہیدست ہو کر گداگری یا بد معاشی کرنے لگتے ہیں۔

۷۔ اکثر غریب آدمی ایسے ہیں جو کفایت شعاری کر کے کچھ پس انداز کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے محفوظ رکھنے کا موقع ان کو میسر نہیں۔ ایسے لوگوں کی آسانی کے واسطے سرکار نے ہر ڈاک خانے میں امانت رکھنے کا انتظام کر دیا ہے۔ کم سے کم چار آنے تک وہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ ساڑھے تین روپے فی صدی منافع بھی ملتا ہے۔ جمع کی ہوئی رقم میں سے ہفتے میں ایک بار (جس قدر چاہو) واپس لے سکتے ہو۔ روپیہ جمع کرنے والے کو ایک کتاب مل جاتی ہے۔ اس میں وصول باقی کا حساب لکھا جاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

میراث کفایت شعار مُسرف مُبتلا پس انداز  
حتی الامکان ہوا خرّمہرہ تہیدست

## حکایت (۲۰)

۱۔ ایک پچھڑ جاڑے کی فصل میں سردی اور فاقے کی تکلیف سے عاجز اگر شہد کی مکھیوں کے پاس بھیک مانگنے گیا۔ اور نہایت منت و زاری سے کہنے لگا "اے خوش قسمت مکھیو! خدائے تعالیٰ نے تم کو خالص شہد کا اتنا ذخیرہ عطا کیا ہے کہ مزے سے بیٹھی نوش کرتی ہو۔ اگر دو چار قطرے اس بے نوا عاجز کو خیرات کے طور پر دے دو گی۔ تو تم کو بڑا ثواب ہو گا۔"

۲۔ شہد کی مکھیوں میں سے ایک مکھی نے پوچھا: ”میاں مجھ بہار کی فصل میں تم نے اتنی معاش کیوں نہ پیدا کی۔ جو خزاں کے موسم میں تمہارے کام آتی اور یوں در بدر بھیک مانگتے نہ پھرتے؛“ مجھ نے جواب دیا: ”بی مکھی! میں نے سخت غفلت کی کہ بہار کا سارا موسم رقص و سرود اور عیش و نشاط میں صرف کر دیا۔ جاڑے کی مصیبت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اب حسرت کے سوا کچھ علاج نہیں۔“

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے!  
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

۳۔ مکھی نے کہا: ”ہمارا طور طریق اور تمہارا اور۔ ہم گرمی کے موسم میں نہایت محنت مشقت سے جاڑے کے واسطے ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ ایک لمحہ بیکار نہیں کھوتے جب سخت جاڑا پڑتا ہے اور دختروں کے پتے تک جھڑ جاتے ہیں۔ ہم آرام و اطمینان سے بیٹھے اپنے چھتے میں شہد کھایا کرتے ہیں۔ نہ فاقہ کرتے ہیں۔ نہ کسی کا احسان اٹھاتے ہیں۔ تم نے کام کے دن گانے بجانے میں گنوا دیئے۔ اسی لئے آج گدائی کرتے اور مصیبت بھرتے ہو۔“

جنہیں می ہے خدا نے عقل دانا  
ہے ان کو آج ہی سے فکر کل کی  
مسافر پہل پڑا جو آخر شب  
تو ہو جاتی ہے منزل اس کی ہلکی  
یاد کرو تلفظ بے نوا خزاں سرود شیوہ  
اور معنی ثواب رقص نشاط

## (۲۱) آم کی تعریف

از آرائش محفل

اسکا پھل شہادہ دگدا کو ہے پسند  
رونق ہر کوچہ و بازار ہے  
میوے صفا ہاں کے سبھی بھول جائے  
کھائیے اک بار تو پھر جائے جی  
رہتی اس کی تو ہمیشہ ہے طلب  
آدمی پھر کھائے نا۔ تو کیا کرے  
لیک ہے ٹیکے کا بھی طرفہ مزا  
باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالائشیں  
سیب سمرقند بھی یاں دنگ ہے  
سیب غلام اس کا، بہی اسکی کینیز

کیوں درختوں میں نہ ہو وہ مر بلند  
ہمند کے سب میووں کا سردار ہے  
جو صفا ہانی اسے اک بار کھائے  
اور مٹھائی جو کبھو اک ذری  
آم میں اک حلاوت ہے عجب  
پیٹ بھرے جی نہ پر اس سے بھرے  
ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا  
میووں میں ہے فوقیت اسکے تئیں  
شوخی یہ سیندوریے کا رنگ ہے  
میووں میں ہے بس وہی ہر دل عزیز

یاد کر تلافی اور معنی

سمر بلند صفا ہاں حلاوت طرفہ کینیز سمرقند

## (۲۲) محنت سونے سے بہتر ہے

۱۔ ایک زمانے میں یورپ کے باشندے جنوبی امریکہ کو اس مدعا سے جایا کرتے تھے کہ کانہائے سیم و زر کے کھودنے میں اپنی قسمت آسانی

کریں یہی ہوس ملک اسپین کے ایک باشندے کو دامنگیر ہوئی۔ اول اپنے بڑے بھائی سے اپنا منصوبہ بیان کیا اور اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ میرے ہمراہ چلیں۔ جو دولت ہاتھ آئے گی بھصہ مساوی باہم تقسیم کر لیں گے۔

۲۔ بڑا بھائی نہایت قلع اور دور اندیش آدمی تھا۔ اس نے تمام نشیب و فراز کو سمجھا کر کہا کہ ”اس راہ میں کامیابی کی توقع بہت کم ہے“ لیکن چھوٹے بھائی پر جب اپنی نصیحت کا کچھ اثر نہ دیکھا تو ناچار اس کی رفاقت پر آمادہ ہو گیا۔ اور کہا کہ ”میں تمہاری دولت میں شریکت نہیں چاہتا۔ مجھ کو صرف آہنی اجازت دو کہ کچھ اسباب و آلات اور میرے چند نوکر ساتھ چلیں“ اس نے یہ بات مان لی۔ اور جب اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ بڑا بھائی ساتھ چلے گا تو اس نے سفر کی تیاری شروع کر دی اور خوشی خوشی اپنا تمام مال و اسباب اور جائیداد بیچ کھو بیچ کر ایک جہاز خریدا۔

۳۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو چند اور بواہوس بھی جو اسی طرح مال و دولت کے حریص تھے اس کے ہم سفر بنے۔ بڑا بھائی بھی تمام آلات کاشتکاری اور غلہ اور ترکاریوں کے تخم جو بوریوں میں بندھے لایا اور اپنے چند ملازموں سمیت اس کے جہاز پر جا سوار ہوا۔ اگرچہ اس انگریز کھنڈ کا لے جانا چھوٹے بھائی کو محض فضول نظر آتا تھا۔ مگر اس اقرار کے بموجب جو پہلے ہو چکا تھا۔ عذر و انکار مناسب نہ سمجھا۔

۴۔ اب جہاز روانہ ہوا اور خدا کے فضل سے ہوا ایسی موافق آئی کہ بغیر کسی حادثہ اور مصیبت کے اس بندرگاہ پر جا لگا جہاں کا عزم کر کے چلے تھے۔ سب مسافر بخیر و عافیت خشکی میں اترے۔ بڑے بھائی نے کچھ بھیریں اور بیل خریدے اور مع اپنے نوکروں اور آلات اسباب کے ایک عمدہ قطعہ آراضی میں جو ساحل بحر سے ملحق تھا۔ قیام کیا اور چھوٹے بھائی سے کہہ دیا کہ ”میں یہاں نہ تو بددو باش کرنے آیا ہوں نہ دولت کی طمع مجھ کو لائی ہے۔ بلکہ صرف تمہاری رفاقت کی غرض سے آیا ہوں۔ جب تم سونالے کرا جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ وطن کو واپس چلوں گا۔“

۵۔ سونے کے مشتاقوں نے کان کھودنے والے مزدور نوکر رکھے اور سب مان ضروری مہیا کر کے اس نواح کا قصد کیا۔ جہاں سونا نکلتا تھا۔ اثنائے سفر میں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی سمجھ پر افسوس کر کے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ”دیکھو حضرت نے بیل اور بھیریں خریدی ہیں۔ پر دیس میں آکر کاشتکاری کا کھڑاک پھیلا یا ہے۔ ہم تو اپنا عزیز وقت یوں اکارت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر قسمت نے یادری کی تو اتنا کمالائیں گے کہ کئی پشت تک کافی ہوگا۔“ سب رفیقوں نے اس کی فراست اور تہمت پر آفریں کی لیکن ایک پیر مرد نے سر ہلا کر کہا: ”میں! تمہارا بھائی ایسا نہیں ہے۔ جیسا تم خیال کرتے ہو وہ نہایت عاقبت اندیش آدمی ہے۔“

۶۔ غرض یہ قافلہ دریاؤں کو عبور کرتا۔ دشوار گزار دروں سے گذرتا سخت بارش اور تیز دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا جا بجا کان زر کی جستجو میں پھرتا رہا۔ آخر ”جویندرہ یا بندہ“ ایک جگہ سونا با فراط نکلا۔ اس کامیابی نے ایسا مسرور کیا کہ جس قدر کلفتیں اٹھانی تھیں سب فراموش ہو گئیں۔ مدت تک وہاں کام جاری رکھا لیکن غلے کا ذخیرہ تھوڑا تھا۔ اس لئے خوراک میں کمی کرنی پڑی اور جب غلہ بالکل نپٹ گیا تو بھی ان لوگوں نے دولت کی خوشی میں ہمت نہ ہاری جنگل کی جڑی بوٹی کھا کر دن کاٹے اور جتنا سونا جمع کیا تھا۔ اس کو لے کر بندرگاہ کی طرف جوں توں کر کے مراجعت کی۔ لیکن فائدے کی صعوبت سے چند ہمراہی آٹنائے راہ میں راہی عدم ہو گئے۔

۷۔ اس عرصے میں بڑے بھائی نے اپنے نوکروں کی امانت سے زراعت کا ڈول ڈالا۔ اس کی سعی و محنت نے جس کے ساتھ سلیقہ اور تجربہ بھی شامل تھا اس دیرانہ جنگل کو باغ و بہار اور لالہ زار بنا دیا۔ خدا کی عنایت سے فصل اچھی ہوئی۔ ہر جنس کا غلہ اور ہر قسم کی ترکاریاں افراط سے پیدا ہوئیں۔ بھیتوں نے اتنے پکے دیئے کہ ایک بڑا گلہ ہو گیا دودھ، مکھن اور پنیر کی کچھ کمی نہ رہی اس کے نوکروں نے وقت فرصت میں سمندر کی مچھلیوں کا شکار کیا۔ اور نمک کھود کر کے ایک انبار جمع کر لیا۔

۸۔ جب چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس پہنچا تو اس کی اور اس



کے باقی ماندہ مہراہمیوں کی حالت بہت نازک تھی۔ دو روز سے فاقہ پر فاقہ کیا تھا پہلی بات جو اس مصیبت زدہ گروہ نے کہی وہ کھانے کا سوال تھا۔

۹۔ بڑے بھائی نے ان کے واپس آنے سے خوشی تو ظاہر کی اور ان کو زندہ و سلامت پہنچنے کی مبارک باد بھی دی۔ مگر کھانے کا سوال سن کر ایسا روکھا جواب دیا۔ جو رشتہ داری اور ہم وطنی ہی کے خلاف نہ تھا بلکہ انسانیت اور خدا ترسی سے بھی ظاہر البعید معلوم ہوا۔ اس نے کہا: ”سنو صا جو واجب تمہاری دولت سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں تو میری کمائی سے تم کو کیا واسطہ؟ جو دانہ ذکا میں نے اپنی قوتِ بازو سے پیدا کیا ہے۔ میں کیوں مفت دوں۔ اگر تم کو ایسی ہی احتیاج ہے تو سونا دو اور کھانا لو۔“

۱۰۔ اس کج خلقی۔ نامہربانی اور بے رحمی پر ان لوگوں کو بڑا طیش آیا۔ مگر بھوک کے مارے لبوں پر دم آ رہا تھا۔ ناچار سونے کی ڈیاں دے کر خریدی اور اپنی جان بچائی۔ اسی طور سے ہر روز خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا تمام سونا حوائجِ ضروری کے ہم پہنچانے میں صرف ہو گیا۔

۱۱۔ جب بڑے بھائی کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سرمایہ سب ختم ہو چکا ہے۔ تو کہا: ”آج کل موسم اچھا ہے۔ ہو ابھی موافق چل رہی ہے بہتر ہے کہ یہاں سے جہاز کا ٹکراٹھاؤ۔ اور وطن پہنچ کر اہل و عیال

کی خبر لو۔ خدا جانے ان پر کیا گذری اور تمہارے انتظار میں ان بیچاروں کا کیا حال ہوا۔“

۱۲۔ چھوٹے بھائی نے نہایت ملوں ہو کر جواب دیا کہ ”جو کچھ اپنی جان کھپا کر اور صعوبتیں اٹھا کر ہم نے کمایا وہ تو سب کا سب آپ کی نذر کر چکے۔ اب خالی ہاتھ کیا جائیں۔ اور بیگانوں اور بیگانوں کو کیا منہ دکھائیں؟ اور تم جیسے سنگدل آدمی کے ساتھ جانے سے تو یہیں مر رہنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔“

۱۳۔ یہ رنج آمیز اور مایوسانہ باتیں سن کر بڑا بھائی ہنستا ہوا اٹھا اور سارا سونا لاکر چھوٹے بھائی اور اس کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور کہا: ”لو تمہاری دولت تم کو مبارک ہو۔ میں اس کا خوشنما ہرگز نہیں ہوں۔ جو بے مروتی اور کج ادائیگی میں نے برقی اس میں یہ مصلحت تھی کہ تم اپنی غلطی سے متنبہ ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ اس نصیحت کو یاد رکھو کہ ”محنت سونے سے بہتر ہے۔“

۱۴۔ آخر کار سب لوگ خوش و خرم اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ چھوٹے بھائی نے گھر پہنچ کر چاہا کہ اپنے سونے میں سے نصف حصہ بڑے بھائی کو دے۔ مگر اس عالی ہمت نے پھر وہی جواب دیا۔ ”محنت سونے سے بہتر ہے۔“

یاد کرو تلفظ اور معنی ————— یاد کرو تلفظ اور معنی —————  
اِضْرَارَ آلاَتِ مُلْحَقَتِي فِرَاسَتِ صَعُوبَتِ رَجْ حُخْلَقِي

قَالَ يَا هَؤُلَاءِ لِمَ تُعْبَدُونَ  
 آرائی نواح جویندہ یا بندہ اُنبار اہل عیال  
 فَرَارٍ سَاعِلٍ يَبْتَغِي خُدَايَ تَرْتَابِيَّةً

از مؤلف

## بارش کا پہلا قطرہ

۲۳

پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی  
 نا چیز ہوں میں عزیز قطرہ  
 میں اور کی گوں نہ آپ جو گا  
 اپنا ہی کروں گا ستیا ناس  
 مٹی پتھر تمام ہیں گرم  
 پھسکی باتوں میں کیا حلاوت  
 میں کون ہوں؟ کیا بساط میری  
 سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم  
 کچھ کچھ جب ملی چمک رہی تھی!  
 ہمت کے محیط کا شناور  
 بھڑکی اس کی رگِ حمیت  
 میرے پیچھے قدم بڑھاؤ  
 ڈالو مردہ زمین میں جان  
 اپنی سی کرو بنے جہاں تک

گنگن گور گھٹا تلی کھڑی تھی  
 ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ  
 تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہو گا  
 کیا کھیت کی میں بجھاؤنگا پیاس  
 آتی ہے برسنے سے مجھے شرم  
 خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت  
 کس برتے پہ میں کروں دلیری  
 ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم  
 کچھڑی سی گھٹائیں پکے ہی تھی  
 اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور!  
 فیاض و جواد و نیک نیت  
 بولا للکار کر کہ ”آؤ!“  
 کر گزر جو ہو سکے کچھ احسان  
 یارو! یہ حجرِ مچر کہاں تک

میدان پہ پھیر دو گے پانی  
 آتے ہو تو آؤ۔ ”لو چلا میں“  
 دشوار ہے جی پہ کھیل جانا  
 کی اس تے مگر بڑی شجاعت  
 دو چار نے اور پیروی کی  
 قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا  
 بارش لگی ہونے موسلا دھار  
 سیراب ہوئے چمن خیاباں  
 اس میندھ سے ہوئی نہال خلقت  
 باقی ہے جہاں میں آج تک نام  
 قطروں کا سا اتصاق کر لو  
 چل نکلیں گی کشتیاں تمہاری

بل کر جو کرو گے جانفشانی  
 کہتا ہوں یہ سب سے بر ملا میں  
 یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانا  
 ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت  
 دیکھی جرأت جو اس سخی کی  
 پھر ایک کے بعد ایک لپکا  
 آخر قطروں کا بندھ گیا تار  
 پانی پانی ہوا سیاباں  
 تھی فحط سے پائمال خلقت  
 جرأت قطرہ کی کر گئی کام  
 اے صاحبو! قوم کی خبر لو  
 قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری

یاد کرو تلفظ اور معنی

بَساطِ مَحِیْطِ جَوَادِ جَانِشْطَانِ سِیْرَابِ  
 تَرگوشی شِناور حَمِیْتِ بَضَاعَتِ خِیَابَاں

از مؤلف

اچھا زمانہ آتا ہے

(۲۴)

بجے گا محبت کا نقار خانہ  
 کر دوبر آتا ہے اچھا زمانہ

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ  
 حمایت کا گائیں گے بل کر ترانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن  
 رُکے گا نہ عالم ترقی کئے بن  
 زبانِ قلم سیف پر ہوگی غالب  
 کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب  
 زمانہ نسب کو نہ پوچھے گا ہے کیا  
 اسی کو بڑا سب سے مانے گی دنیا  
 لڑائی کو انسان سمجھیں گے دُائِن  
 مشیخت کی خاطر اڑے گی نہ گردن  
 عقیدوں کی مٹ جائیگی سب رقابت  
 مگر ان کی بڑھ جائیگی اور طاقت  
 کریں سب مدد ایک کی ایک ملکر  
 لگے ہاتھ سب تو اٹھ جائے چھپر

چمک اپنی دکھلائیں گے اب بھلے دن  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ  
 دیں گے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ  
 مگر وصفِ ذاتی کا ڈنکا بجے گا  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ  
 تفاخر یہ ہوگی نہ قوموں میں ان بن  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ  
 مذاہب کو ہوگی تعصب سے فرصت  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ  
 یہی بات واجباً ہر مرد و زن پر  
 کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

یاد کرو تلفظ اور معنی

مَسْرَت	سَيْف	تَفَاخُر	عَقِيدَه	تَعْصَب
ترسانہ	قالب	مشیخت	رقابت	زُن

## (۲۵) نئی دنیا کا پانا

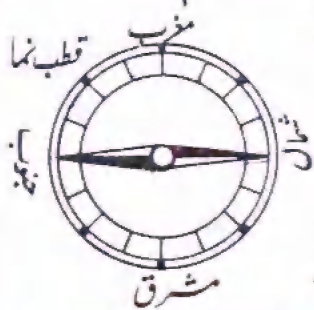
۱۔ سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلانا اور کنارے کے قریب سفر  
 کرنا تو مدت ہائے دراز سے جاری تھا۔ مگر ساحل کو چھوڑ کر بحرِ اعظم

کی موجوں میں جہاز ڈالنے کی جرأت کسی قوم کو نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت تک بڑے سمندر کے اندر سمتوں کا پہچاننا اور منزل مقصود کا سراغ لگانا کسی کو نہ آتا تھا۔

۲۔ تیرھویں صدی عیسوی میں مقناطیس کی قوت کشش کا قدرتی راز انسان پر منکشف ہوا اور اسکی بدولت قطب نما یا قبلہ نما ایک آلہ ایجاد ہو گیا جس میں ایک سوئی کیل پر گھومتی ہوئی لگائی جاتی ہے، اور وہ مقناطیسی خاصیت سے جس کا سبب کوئی نہیں جان سکتا ہمیشہ قطب شمالی کی جانب مائل رہتی ہے۔

۳۔ جبکہ قطب نما کی وساطت سے شمالی سمت ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے لگی تو باقی تین سمتوں کا دریافت ہونا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس طرح فن جہاز رانی میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ اور حق یہ ہے کہ اس ڈیڑھ لہج کے چھوٹے سے آلہ کی ایجاد نے انسان کو اس بحر بیکراں کا مالک بنا دیا جو تین چوتھائی کرۂ زمین پر محیط ہے۔

۴۔ اول اول اٹلی کے ملاح اس قدر قی طلسم سے فائدہ اٹھاتے



رہے اور نہایت احتیاط کے ساتھ یہ راز سر بستیہ اپنے خاص عزیزوں یا فرزندوں کو مخفی طور پر تعلیم کرتے رہے تاکہ غیر قوموں کو اس کی ہوانہ لگے۔ مگر کہاں تک اخفا کرتے آخر کار

دوسری قوموں کے عیار بھی لے اڑے اور یہاں تک یہ سہڑ بھیلہ کہ عام ہو گیا۔ پھر تو دل چلے جہاز راں بڑے ذخار اور عمیق سمندروں کے طے کرنے کا حوصلہ کرنے لگے۔

۵۔ اس خاصیت کے انکشاف سے دو صدی بعد نامور کولمبس سرزمین اٹلی کے شہر جنیوا میں پیدا ہوا۔ اور ہوش سنبھال کر پرتگیز ملاحوں کے ساتھ جو اس زمانہ میں اس فن کے اسناد تھے۔ بحری سفر کے خوب خوب تجربے کئے۔

۶۔ اس زمانے میں ہندوستان کی بے شمار دولت بیش بہا جواہرات اور زرو سیم کے خزانوں کی کہانیاں اہل یورپ کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اور ہر قوم کے عالی ہمت و بلند حوصلہ اشخاص ہندوستان کی تلاش و طلب میں بیتاب تھے زمانے کی ہوانے عالی حوصلہ کولمبس کے دل کو بھی ابھارا۔ اور ہند کا سودا اس کے سر میں پیدا کر دیا۔

۷۔ اس کو علم جغرافیہ کے قاعدوں سے یقین ہو گیا تھا کہ زمین ایک مدور کرہ ہے۔ اس لئے مغرب کو سفر کریں۔ خواہ مشرق کو ہر طرف سے منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ مغربی سمندر میں اس نے کچھ ایسی لکڑیاں بھی پائی تھیں جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس بحر اعظم کے پار ضرور کوئی سرزمین ہے، مگر علم و ہمت اور استقلال کے سوا غریب کولمبس کے پاس کیا دھرا تھا؟ کہ

وہ سفر عظیم کے لئے جہاز تیار کر سکتا۔ ناچار اس کو والیان ملک اور صاحبان تخت و تاج سے امداد کی التجا کرنی پڑی۔

۸۔ اول اپنے ہی ملک کے بادشاہ سے درخواست کی، مگر کون سنتا تھا۔ پھر والی پرتگال سے پھر فرماں روائے برطانیہ سے مدد چاہی مگر کہیں دال نہ گئی۔ کیونکہ اس عہد کے کم علم وزراء، امرا اس کے منصوبے کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے۔

۹۔ آخر کار شاہ ہسپانیہ کو عرضی دی۔ ان دنوں شہر غرناطہ پر اہل اسلام سے اس کی جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے کچھ التفات اس وقت نہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ فتح کی خوشیاں منا رہا تھا اسکی درخواست پھر پیش ہوئی اور ملکہ ہسپانیہ کی سفارش اور فیاضی سے منظور بھی ہو گئی۔

۱۰۔ ۳۲ ہزار روپیہ سے اس نے تین جہازوں کا بیڑہ تیار کیا۔ اور ۸ برس کی متواتر محنت کے بعد سامان سفر مہیا کر کے ۳ اگست ۱۹۹۲ء کو اس والاہمت ذی حوصلہ ناخدا نے خدا کے نام پر جہازوں کا بادبان کھولا۔ درنگ نہ اٹھا کر مغربی سمت کو خاک ہند کی جستجو میں روانہ ہوا۔

۱۱۔ جہاز رانی کا تمام کام اسی کی رائے و تدبیر اور اسی کے حکم پر منوف تھا۔ وہ نہایت سرگرمی سے اپنے کام میں مشغول رہتا نہ رات کو چہن تھا نہ دن کو آرام، منزل مقصود کی دھن میں ٹھیک پچھم کی طرف جہازوں کو اڑائے چلا جاتا تھا۔ مگر جہازوں کو صحیح نہ بتاتا کہ کتنی مسافت



طے ہوئی ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کی پہلی تاریخ تک اس نے مجھ سو پچاس کو س قطع کئے مگر سہرا ہیوں کو چار سو نوے ہی بتائے۔ کنارے کا اب تک کچھ تہ نشان نظر نہ آتا تھا۔ ایک بحر مواج و ناپید کنار میں بڑھے چلے جاتے تھے۔ ناچا تمام جہازی گھبرا گئے۔ اور ہم ہلاکت و خوف تباہی ان کے دلوں پر ایسا چھایا کہ سب نے جہازوں کا رخ وطن کی طرف پھرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ مگر واہ رے کو ملبس تیرے ہمت اور تیرا استقلال کہ باوجود اس شہور و غوغا اور مزاحمت کے کبھی پست ہمتی کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور اپنے عزم بالجزم کے پورا کرنے پر نہایت دلیری سے ثابت قدم رہا۔

۱۳۔ اس نے اپنے ہوش و حواس ہمیشہ بجا رکھے۔ بد دل و غیر مستقل ساتھیوں کو کبھی نرمی سے تھپکتا۔ کبھی گرمی سے جھڑکتا اس تدبیر سے سے تھوڑی دیر کو لوگوں کا ولولہ دب جاتا۔ مگر پھر ناامیدی اور خوف کا جوش و خروش ان کو بے قرار و بدحواس کر دیتا تھا۔

۱۴۔ ایک دن جہاز والوں نے باہم سازش کی کہ "یوں تو اس بلائے ناگہانی سے سچھا چھوٹنا مشکل ہے۔ آؤ! محسوس کو ملبس کو پکڑ کر سمندر میں ڈھکیں۔ اور جہازوں کو لے کر اپنے وطن کو مراجعت کریں۔" جب اس نے دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ نہ تو اب تشفی کام دیتی ہے۔ نہ غصے کا موقع ہے۔ تو ناچار ان سے عہد و پیمان کیا۔ کہ بدین دن اور صبر کرو۔ پھر کبھی ساحل نہ ملے تو البتہ مراجعت کریں گے۔

۱۵۔ اس وقت بعض علامات سے اسکو اطمینان ہو چلا تھا کہ غالباً کوئی سرزمین قریب ہے۔ کیونکہ سمندر کا عمق کم ہوتا جاتا تھا۔ اور میوؤں کے خوشے ہری شاخیں سطحِ آب پر دکھائی دینے لگی تھیں۔

۱۶۔ غرض اکتوبر کی "تاریخ کو بہادر کو لمبس نے حکم دیا کہ جہازوں کے بادبان اتارو" اس نژدے کے سنتے ہی سارے جہازیوں کی جان میں جان آگئی۔ اور ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنارے کی جانب اُمید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اس تاریکی میں کنارے کی آبادیوں کی روشنی نے یکایک اُن کی مایوس آنکھوں کو منور کیا۔ فوراً اگلے جہازیوں نے جوش مسرت میں ایک نعرہ مارا۔ اور "زمین زمین" کہہ کر چلا اٹھے۔ کیا ہی جانفزا وہ صدا تھی۔ جو ہوا اور سمندر کی موجوں میں گونجتی ہوئی پچھلے جہاز والوں کے کان میں پڑی جس سے ہر شخص نے جان لیا کہ اب ہماری کشتیاں ساحلِ مراد پر آگئی ہیں۔

۱۷۔ صبح دم ادھر ادھر نگاہ ڈالی تو کوس بھر کے فاصلے پر ایک جزیرہ اس کے گھنے درخت اور سبزہ زار نظر آنے لگے۔ ہر شخص کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ سب نے کو لمبس سے اپنی بے صبری۔ بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی چھوٹی کشتی دریا میں ڈالی گئی اور کچھ لوگ سوار ہو کر کنارے کی جانب چلے۔ سب سے پہلے کو لمبس ہی نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ اس کے بعد اور لوگ اترے۔ خدا کا شکر بجالائے اور

شاہ اسپین کے نام کا جھنڈا کاڑ دیا۔

۱۸۔ اس جزیرے کے وحشی اور جنگلی آدمی ان گوزے گوزے نواردوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہ جہاز اڑنے والے جانور ہیں۔ بادبان ان کے پر ہیں۔ جہاز والوں نے جو توپیں داغیں تو بہت ڈرے۔ اس آواز کو بادل کی گرج اور روشنی کو بجلی کی چمک تصور کیا۔ ان آدمیوں کو سورج کی اولاد سمجھ اور خیال کیا کہ بالضرور یہ آسمان سے اترے ہیں۔

۱۹۔ شام کے وقت کئی دیسی آدمی کشتی پر سوار کر کے جہاز کے پاس لائے گئے۔ انھوں نے چند قسم کا کھانا بطور ضیافت کو لمبس کو نذر کیا۔ جس کے صلے میں پوتھوں کے ہار چھوٹی چھوٹی گھڑیاں اور کچھ کم قیمت چیزیں ان کو دی گئیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی جو نئی اور پرانی دنیا کے باشندوں میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ہوئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

سُرَاب	سُرَابَتہ	مُدَوَّر	نَبِیم	جَالِیْفِرَا	نَذْر
مُنْكَشِفٌ	اِخْفَا	وُزْرَا	هَلَاكَتْ	صَدَا	مُزْدَه
كَاتِل	عَبَّار	مُتَوَاتِر	نُوَوَّارِد	عَزِیم	بِالْجَنَمِ
وَلَوْلَه	وَسَاطَتْ	زَخَّار	سُرَّگَرْمِی	مُحْمَق	نَازِل
بِے كِرَاں	عَبِیْتِی	مُسَافَتْ	خَوْشَه	ضِیَافَتْ	طَاسَم
	اِنْكِشَافٌ	مَوَّاج	نَعْرَه	اُمْرَار	

## (۲۶) ہندوستان کے پھول

کہیں پھول یاں کسے سے ہونے نہیں  
 جو سونگھے تو بھر جائے بو سے دماغ  
 تو مجلس کا عالم چمن کا بنائیں  
 کہ اک اک کلی اس کی بہ عطر داں  
 رہے بزم میں اسکی نت ریل پیل  
 ہر اک گل سے اس کی نیاری ہو جو  
 دلوں کو وہ مقبول کیونکر نہ ہو  
 کہاں اسکی رنگت کو لگتی ہے دھوپ  
 چمن کا اُجالا ہے گل چاندنی  
 نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا  
 طبیعت گو ہر اک کی مرغوب ہے  
 زن بے نواد زن بادشاہ  
 وہ ہرگز نہ ہو موتیوں سے حصول

ہے اس مملکت کی عجب گل نہیں  
 دل بستہ دیکھ ان کو ہو باغ باغ  
 گندھے بن گندھے گروہ محفل میں آئیں  
 کروں وصف کیا مگر سے کا بیاں  
 خوش آئند ہے نکمت رائے میل  
 بہت موتیا کی پیاری ہے بو  
 نواری کی از بسکہ میٹھی ہے بو  
 جدا سب سے ہے دوپہر یا کاروبار  
 گلوں سے نرالا ہے گل چاندنی  
 ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جدا  
 جسے دیکھئے ہر طرح خوب ہے  
 ہوئے سستے یوں تاکہ پہنے منگا  
 جو عالم دکھاتے ہیں دھڑی کے پھول

• یاد کرو تلفظ اور معنی •

مملکت	دل بستہ	خوش آئند	بزم
گل زمین	عالم	بکھبت	مرغوب

## آسمان اور تارے (۲۷)

از مؤلف

نہ کرتی سمجھ بوجھ کر رہبری  
 طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مدام  
 کہ ہے سارے عالم کی جسمیں کھیت  
 اسے دیکھتی یوں ہی دنیا گنتی  
 رہی اسکی ہیئت پہ سب کی نظر  
 اسے سب نے دیکھا اسی رنگ پر  
 ہمیشہ مصفا ہے بے رفت و روب  
 ادھر سے ادھر تک ہے میدان صفا  
 جدھر دیکھے اس طرف بند ہے  
 نظر کی پہنچ کا ٹھکانہ ہے یہ  
 چرس ہے نہ جھری نہ سلوٹ نہ جھول  
 چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے  
 ہیں کلمے ہوئے سقف الوان سے  
 یہ تیری ہی قدرت کے سب کھیل ہیں  
 زمیں سے بھی ہیں انمیں اکثر بڑے  
 بہت دور چپ کر لگاتے ہیں یہ  
 نہیں جانتا کوئی ان کا شمار

اگر تیری قدرت کی کاریگری  
 تو وہ سر پٹکتی ہی رہتی مدام  
 بنائی ہے تو نے یہ کیا خوب چھت  
 یہ سقف کہن ہے ابھی تک نہی  
 زمیں پر گئیں کتنی نسلیں گذر  
 اسے سب نے پایا اسی ڈھنگ پر  
 عجب ہے یہ خیمہ رسن ہے نہ چوب  
 نہ در ہے نہ منظر، نہ کوئی شکاف  
 کہیں جوڑ ہے اور نہ پیوند ہے  
 عجب قدرتی شامیا نہ ہے یہ  
 بنایا ہے کیا دستِ قدر نے گول  
 یہ تاحے جو ہیں آتے جاتے ہوئے  
 نظر آتے ہیں عجب شان سے  
 چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں  
 ہیں یوں دگوہر جو بکھرے ہوئے  
 نظر میں جو اتنے سے آتے ہیں یہ  
 جداگانہ رکھتے ہیں اپنا مدار

بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے  
 نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی کمی  
 تلاسبک رہتا ہے آپس میں زور  
 لگاتے ہیں چکر اسی باگ پر  
 وہی اک وتیرہ وہی ایک طور  
 نہ کھٹکا نہ آہٹ نہ آواز ہے  
 ہنر ایک ہے اور استاد ایک  
 بلاشبہ رکھتی ہے یکساں حساب  
 ہے خورشید بھی ذرہ کائنات  
 جہاں ذرہ ہے اور ذرہ جہاں

یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے  
 وہ زنجیر کیا ہے ہکشش باہمی  
 عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ وور  
 یہ سب لگے ہیں اسی لاگ پر  
 ہر اک کے لئے اک معین ہے دور  
 سدا چال کا ایک انداز ہے  
 ہے ان سب کا آئین ایجاد ایک  
 ہر اک چیز ذرے سے تا آفتاب  
 ہیں ذروں میں خورشید کی سی صفا  
 حقیقت میں ہے یاں دورنگی کہاں

یاد کرو تمفظ اور معنی

ایوان	زُفوت وُروب	کہن	رہبری
ملا رکائبات	رسن	مُدام	خورشید
مُعین	وَتیرہ	مُصفا	سَقف

## شیر شاہ سُوری (۲۸)

۱۔ شیر شاہ ہندوستان کے بادشاہوں میں ایک عظیم الشان بادشاہ  
 گزرا ہے جس نے ایک سپاہی کے درجے سے ترقی کر کے شاہی  
 کامرتبہ حاصل کیا تھا۔

۲۔ اس کا دادا ابراہیم خاں سوری تلاش معاش کے لئے ہندوستان میں وارد ہوا۔ اور مدت العمر امانے لودی کی نوکریاں کرتا رہا۔ اسکا باپ حسن خاں جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوا تھا حسن لیاقت کی بدولت ابراہیم لودی کے عہد میں پانسو سواروں کا افسر مقرر ہوا۔ اور صوبہ بہار میں سہسرام کا پرگنہ اس کو بطور جاگیر کے مل گیا۔

۳۔ فرید خاں جو آئندہ شیر شاہ کہلائے گا۔ عالم جوانی میں باپ کی سختیوں سے ملول ہو کر سہسرام سے جون پور چلا گیا۔ اور وہاں تحصیل علم میں مصروف رہ کر علم ادب اور تواریح میں اس نے بڑی مہارت پیدا کی۔ آخر مناپرچا کر باپ نے بلا لیا۔ اور جاگیر کے کاموں کا انصرام اس کے سپرد کیا۔ اس ہونہار نے ایسا عمدہ انتظام کیا کہ رعایا خوش حال اور باپ کا خزانہ مالا مال ہو گیا۔ باپ کی وفات کے بعد ابراہیم لودی کے حکم سے یہ جاگیر خرد اس کے نام ہو گئی۔

۴۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ ابراہیم لودی مارا گیا۔ بابر فتحیاب ہوا۔ صوبہ دار بہار خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اب فرید خاں بہار کے نئے بادشاہ کا ملازم ہو گیا۔ ایک روز تلوار سے شیر کا شکار کیا۔ اس دلاوری کے صلے میں شیر خاں کا خطاب پایا۔ پھر شاہ بہار سے ناچاتی ہو گئی۔ تو آکر بابر کے ہوا خواہوں میں داخل ہو گیا۔

۵۔ بابر دربار کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس نے خوب چاپخ

لیا کہ اگر ہمارے پٹھان بھائی باہمی نزع کو دور کر کے یک دل ہو جائیں تو ان مغلوں کو ابھی دم کے دم میں ہندوستان سے نکال باہر کر دیں اس کے احباب نے یہ باتیں سنیں تو جوانی کی ترنگ سمجھ کر اس کا منہ کھٹک اڑایا۔ بالحدود بابری دربار سے مایوس و متنفر ہو کر بلا رخصت چل دیا اور پھر دربار شاہ بہار کا مقرب حاصل کیا۔

۶۔ جب شاہ بہار نے عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی تو اس کے جانشین کو خارج کر کے شیر خاں نے ملک بہار کو اپنے قبضہ تصرف میں کر لیا۔ پھر ملک بنگالہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں ہمایوں نے اس پر لشکر کشی کی۔

۷۔ چند معرکوں میں شیر خاں غالب اور ہمایوں مغلوب ہوا۔ مگر قنوج کی آخری جنگ میں تو ہمایوں نے ایسی ہزیمت پائی کہ پھر ہندوستان میں ٹھہر ہی نہ سکا۔ چار و ناچار ایران جا کر پناہ لی، اب شیر خاں بلقب شیر شاہ ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک ہوا اور جو منصوبہ اس نے باندھا تھا پورا کر دکھایا۔

۸۔ اس بادشاہ کو ایجا دقوانین کا بڑا ملکہ تھا۔ رعایا اور کاشتکاروں کی سربزنی کو ہمیشہ مد نظر رکھتا۔ کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو کسانوں کو آزار نہ پہنچاتا۔ زراعت کی پامالی کا عوضاً نہ دلاتا۔ عدالت گستی میں چاہے اس کا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو کسی کی رو رعایت نہ کرتا۔ راستوں کی امن و حفاظت کا خوب بندوبست کیا تھا۔ کوئی تاجر اتنا



راہ میں مرجاتا تو اس کا مال اس کے وارثوں کو پہنچاتا۔

۹. فوج کے گھوڑوں پر دماغ لگانے کا قاعدہ اسی نے اختراع کیا تھا۔ خیرات خانے اور سرانیں بہ کثرت تعمیر کرائیں کاروانوں کی آمد و شد کے لئے عمدہ سڑکیں بنوائیں۔ غرض وہ بڑا عالی ہمت۔ فیاض اور منتظم تھا۔ مگر کئی معاملوں میں اس نے دغا و فریب بھی کیا جو اس کے اخلاق پر سخت بدنامدہ صوبہ معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ اس کی موت قلعہ کالنجر کے محاصرہ کے وقت اس طور سے ہوئی کہ غنیم کا گولہ اس کے میگزین میں پڑا۔ جس سے اس کا بدن پھک گیا۔ اس نزاع کی حالت میں بھی وہ اپنی فوج کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیتا رہا۔ اور جوں ہی فتح کی صدا اس کے کان میں پہنچی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر سانس نہ لیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

عظیم الشان	ناچاقی	مضحکہ	فانی	ملکہ	اختراع
مدت العمر	ہموخواہ	بالجملہ	جاودانی	عدالت	گستری
میگزین	علم ادب	نزاع	تقریب	تسخیر	محاصرہ
انصرام	ترنگ	تصرف	ہزیمت	متنفر	

قطعہ مرزا غالب (۲۹)

پیرومُشد! اگرچہ مجھ کو نہیں | ذوق آرائش سرودستار

تانا دے بازر نہریہ آزاد  
 جسم رکھتا ہوں، ہے اگرچہ نزار  
 کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار  
 بھاڑ میں جاتیں ایسے لیل منہار  
 دھوپ کھائے کہاں تلک جلاز  
 اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجا  
 خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار  
 اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار  
 اور رہتی ہے سود کی تکرار  
 ہو گیا ہے شریک سا ہو کار  
 آپ کا لڑکر اور کھاؤں اُدھا  
 تانا ہو مجھ کو زندگی دشوار  
 ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

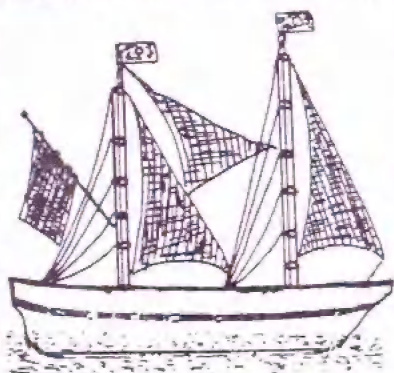
کچھ تو جاڑے میں چاہئے آخر  
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش  
 کچھ خریدنا نہیں ہے اب فی سال  
 رات کو آگ، اور دن کو دھوپ  
 آگ تا ہے کہاں تلک انسان  
 میری تنخواہ جو مقرر ہے  
 رسم ہے مرنے کی چھ ماہی ایک  
 مجھ کو دیکھو تو ہوں بقید حیات  
 بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض  
 میری تنخواہ میں تہائی کا  
 آپ کا بندہ اور پھروں ننگا  
 میری تنخواہ کچھ ۵۰ بے باہ  
 تم سلامت رہو ہزار برس

یاد کرو تلفظ اور معنی

مژند	ذوق	دستار	زمہریہ	پوشش
نزار	یل	نہار	ہنجا	حیات

## (۳۰) بخاری یادخانی کشتی

۱۔ بخاری یادخانی کی کشتی اس کشتی کو کہتے ہیں جس میں



ایک بنجنگ لگا رہتا ہے اور جب وہ گرم کیا جاتا ہے تو اس کے دودکش میں سے دھواں نکلتا نظر آتا ہے۔ جس طرح تم ریل گاڑی کے انجن میں سے دھوئیں کے بھارے اٹھتے ہوئے دیکھتے

ہو اسی طرح کشتی کے انجن سے نکلا کرتے ہیں۔ عام لوگوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا کہ کشتی دھوئیں کے زور سے چلتی ہے اسی واسطے اس کا یہ نام تجویز کر لیا۔

۲۔ درحقیقت کشتی میں دھوئیں کا زور کچھ کام نہیں دیتا۔ بلکہ انجن میں ایک دیگ ہوتی ہے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ جب اس دیگ کے تلے لکڑی یا کوئلہ جلاتے ہیں تو حرارت کے اثر سے پانی گرم ہو کر بھاپ بنتا ہے۔ بھاپ اپنے پھیلنے کو بہت جگہ چاہتی ہے چونکہ وہ ہر طرف سے بند ہوتی ہے اور صرف ایک پیرزہ پر اس کا سارا زور جا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ پیرزہ حرکت کرتا ہے، اس کی حرکت سے کارخانہ کی تمام کلیں چلنے لگتی ہیں۔ اس قسم کے انجنوں سے کہیں ٹولویج اور لکڑی کا کارخانہ جاری ہے۔ کہیں کپڑا بننا جاتا ہے۔ کہیں کاغذ بنتا ہے کہیں اینٹیں پکتی ہیں۔ کہیں برف جمائی جاتی ہے۔

۳۔ بعض انجن اس قسم کے بنائے گئے ہیں جو پہنیوں کے ذریعہ

سے خود بھی حرکت کرتے ہیں اور جو شے ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کو بھی اپنی زبردست طاقت سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ ان متحرک انجنوں کے وسیلے سے خشکی میں ریل گاڑیاں اور ندی میں کشتیاں مال مسافروں سے معمور اڑی پھرتی ہیں۔

۴۔ کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ کشتیاں محض ڈانڈ کے سہارے سے چلائی جاتی تھیں۔ ڈانڈ کی حرکت سے ملاح پانی کو جھکولادیتا تھا۔ پانی کے سٹتے ہی کشتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس ترکیب سے کشتی بہاؤ پر تو خوب چلتی۔ مگر دریا کے چڑھاؤ پر یاد ملاح کے کو کاٹ کر یا باد مخالف کے مقابلہ میں جانا البتہ دشوار تھا۔

۵۔ جب بخار کی طاقت سے انواع و اقسام کی کلیں چلنے لگیں تو ملک امریکہ میں ایک دانشمند نے اس کام پر توجہ کی۔ کہ انجن کے ذریعے سے کشتی چلائے۔ اس نے کشتی میں ایک انجن لگایا اور اسکے ساتھ دو گھومتے پہنے کشتی کے اطراف میں قائم کئے پہیوں میں چند ڈانڈ لگا دیئے جب بھاپ کی طاقت سے حرکت پیدا ہوئی تو انجن کی چرخیاں گردش کرنے لگیں۔ ان کے وسیلے سے دونوں پہنے جو کشتی کے سروں پر لگائے گئے تھے جیکر کھانے لگے۔ ان کی گردش سے ہر ایک ڈانڈ پے درپے پانی کو ہٹانے لگا۔ اس طرح کشتی بغیر ملاح کی کوشش کے نہایت سرعت کے ساتھ سطح آب پر رواں ہو گئی۔

۶۔ سب نے اس کشتی کو پسند کیا اور روز بروز اس کا رواج بڑھتا

گیا۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بخاری کشتیوں اور جہازوں کی ساخت کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے۔ اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا دھانی کشتیوں کی ساخت میں اور مفید باتیں ایجاد ہوتی چلی گئیں۔

۷۔ اگلے زمانے میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان پانچ چھ مہینے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے میں سفر طے ہوتا تھا۔ اب دھانی جہازوں کی بدولت تین ہفتے سے زیادہ نہیں لگتے۔ پہلے باد مخالف اور طوفان کے مقابلے میں جہازوں کا کچھ قابو نہ چلتا تھا۔ مگر اب طوفان کے جھونکوں اور دریا کی موجوں کو ریلتا پیلتا سیدھا چلا جاتا ہے، دھانی کشتیاں تیز دھار کو کاٹتی ہوئی چڑھاؤ کے رخ بے تکلف رواں دواں پھرتی ہیں۔

۸۔ ان دھانی کشتیوں کی ایجاد نے سفر اور تجارت کو نہایت آسانی اور ترقی بخشی ہے۔ برسوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں کا سفر ہفتوں میں قطع ہونے لگا یا یوں سمجھو کہ دنیا سکر کر چھوٹی ہو گئی۔ اور دُور دراز کے ملک ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

دُورکش	وَابِئَہ	مُتَحَرِّک	اَنوَاع
سُرْعَت	کَلَّاح	پُرزہ	مَعْمُور
بَادِ مُخَالِف	اَقْسَام	سَاخْت	اَطْرَاف

## (۳۱) ریلوے انجن کا موجد "جارج"

۱۔ اب سے ایک صدی قبل نیو کاسل کے قریب کسی موضع میں ایک مزدور رہتا تھا۔ آمد قلیل۔ عیال کثیر۔ بمشکل گزاراں ہوتی تھے۔ اس کے ایک اور بچہ پیدا ہوا عسرت کی وجہ سے کم سنی ہی میں مزدوری پر لگا دیا۔ شام کے وقت کونٹوں کے احاطے کا پھاٹک بھیر دیتا اور پون پیسہ روز پاتا۔ پھر شلجم کھودنے لگا جس کی اجرت ڈیڑھ پیسہ یومیہ تھی۔

۲۔ ایک دن اس لڑکے کی بڑی بہن ٹوپی خریدنے کے لئے نیو کاسل کو چلی۔ لڑکا تھا ان دنوں ٹھالی۔ بہن کے ساتھ ہو لیا۔ بہت جستجو کے بعد لڑکی کو ایک ٹوپی پسند آئی۔ قیمت پوچھی تو اکٹھے دو آنے بھلا اس بے چاری کے پاس اتنے دام کہاں؟ دکاتدار سے کمی قیمت کی خواہش کی۔ مگر بے سود۔ ناچار آگے بڑھی۔ پر کہیں خاطر خواہ ٹوپی نہ پائی۔ پھر واپس آئی اور حسرت بھری نگاہوں سے اسی ٹوپی کو تکتے لگی۔

۳۔ دفعۃً جارج بولا۔ بہن! ذرا یہیں ٹھہری رہنا۔ یہ کہہ کر چل دیا۔ راہ دیکھتے دیکھتے پورے چار گھنٹے ہو گئے۔ لڑکی بیچاری بہت گھبرائی کہ ضرور میرے بھائی پر کوئی آفت آئی۔ اسی تشویش میں تھی کہ دیکھا جارج ہانپتا ہوا دوڑا چلا آ رہا ہے۔ دُور ہی سے چلایا۔ یہ لو بہن!

پیسے لایا۔“ جارج نے امیروں کے گھوڑے تھام کر یہ پیسے کمائے تھے اور اسی کام میں اتنی دیر لگی تھی۔ مگر آفریں اس کی ہمت پر کہ بغیر کام پورا کئے نہ پھرا۔ اب دونوں خوش خوش دکان پر گئے۔ دام حوالے کئے اور ٹوپی لے کر بڑے فخر کے ساتھ اپنے گاؤں کو واپس آئے۔

۴۔ جب جارج چودہ برس کا ہوا تو اپنا آبائی پیشہ اختیار کیا۔ یعنی کان کے اندر کوئلہ کھودنے لگا جس کی مزدوری آٹھ آنے فی یوم تھی۔ شراب خوری اور کھیل تماشوں سے اسے سخت نفرت تھی ابھی تک وہ محض ناخواندہ تھا۔ مگر علم و فن کا ایسا شائق کہ اپنے مسکن سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے میاں کے پاس حساب سیکھنے کبھی کبھی جاتا۔ بیس سال کی عمر تک خاصہ محاسب بن گیا۔

۵۔ اس اثنا میں وہ اپنے کام میں بھی ترقی کرتا رہا۔ اور زیادہ مزدوری پانے لگا۔ اپنی شادی بھی کر لی۔ اس زمانے میں کتابوں کی قیمت گراں تھی اتنا پس انداز نہ ہوتا کہ پڑھنے کے لئے کتابیں خرید سکے اس لئے موچی اور درزی کا پیشہ کرنے لگا۔ جو تیاں بھی بناتا اور کوٹ بھی سینا ان دو پیشوں کی آمدنی سے گھر کا کام چلاتا۔ اور جو بچتا اس کی کتابیں خرید لیتا۔

۶۔ کچھ عرصے کے بعد وہ انجن چلانے والے کا نائب ہو گیا۔ اسکے کل پُر زوں پر خوب غور کیا۔ اور کامل واقفیت حاصل کرنے کے بعد نمونے کے طور پر ایک انجن اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اس میں ایک

ایسی ایجاد کی کہ پہلے انجنوں سے اس کا انجن زیادہ کام دینے لگا۔ اب سکی تنخواہ بارہ روپیہ فی ہفتہ ہو گئی۔

۷۔ ایک بار اتفاقاً اس کے گھر میں آگ لگی۔ ہمسایوں نے آگ تو بجھادی۔ مگر اس ہنگامہ میں اس کی گھڑی جو سارے اثاثہ میں ایک عزیز چیز تھی خراب ہو گئی۔ اس کی دستی میں روپیہ بہت صرف ہوتا تھا۔ ناچار اپنے ہاتھ سے اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے چلتا کیا۔ پھر تو سب محلے والے اپنی گھڑیاں اس سے صاف کرانے لگے۔ موجی اور درزی کے علاوہ جارج گھڑی ساز بھی مشہور ہو گیا۔

۸۔ اب جارج کو پھر ترقی ملی۔ اور وہ انجن کا افسر مقرر ہوا جہاں یہ کام کیا کرتا تھا اس کے قریب ہی ایک اور کان تھی۔ اسل میں اتنا پانی بھرا کہ کام بند ہو گیا۔ مہتمم کارخانہ سخت مایوس کی حالت میں تھا جارج بھی دیکھنے کو گیا۔ اور بہت ہی غور و خوض کر کے بولا: "ایک ہفتہ میں اس کو خشک کر سکتا ہوں" غرض وہ کام جارج کو سپرد ہوا۔ تو دو ہی دن میں کل کے ذریعے سے سارا پانی کھینچ ڈالا۔ اس خدمت کے صلے میں اس کو ہزار روپے کا انعام اور چیف انجینری کا عہدہ مل گیا۔

۹۔ ۱۸۱۲ء میں وہ انجن سازی کے کام پر مقرر ہوا۔ جب تک متحرک انجن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ غایت درجہ کی غور و فکر کر کے اس نے ایک چلتا ہوا انجن بنا کر کھڑا کیا۔ جو ۱۵ جولائی ۱۸۱۲ء کو چلا یا گیا وہ پانسومن وزن کے آٹھ چھکڑے فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے لے



جانے لگا۔ پھر ایک انجن اور پہلے سے بھی بہتر بنایا۔ سب لوگ اس کو حیرت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور پھٹے گا۔

۱۰۔ اس زمانے میں ایک امیر آدمی کو ملکہ کی کان کا مالک تھا اس کو کان سے جہاز تک کوئلہ پہنچانے کی اشد ضرورت تھی۔ اتفاقیاًً جارج سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے ترغیب دی کہ دو تم کہو تو کان سے جہاز تک ریلوے بنا دوں، وہ راضی ہو گیا۔ چنانچہ ۲۷ ستمبر ۱۸۲۲ء کو وہ بارہ میل کی سڑک کھولی گئی۔

۱۱۔ اسی وقت میں یورپول اور مانچسٹر والوں کو بھی مال تجارت کے جلد لانے اور لے جانے کی فکر لگی ہوئی تھی۔ اول تو تیز ٹھہری کہ چند چھکڑوں کی قطار گھوڑوں سے کھینچوائی جاتے۔ جارج سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس نے صلاح دی کہ "ریل کی سڑک بناؤ اور متحرک انجن سے کام لو۔"

۱۲۔ یہ بات لغو سمجھی گئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا ان مہیب انجنوں کا ڈھواں ہوا کو زہریلا بنائے گا۔ ان کے شعلے نباتات اور زراعت کو تباہ اور نص پوش گھروں کو خاک سیاہ کر دیں گے۔ جارج تو دیوانہ ہے۔ اس کو متحرک انجن ہی کی ذمہ داری ہوئی ہے، مگر فرقہ تمہارے زیرِ کثیر جمع کر کے جارج کو کام شروع کرنے کی اجازت دیدی اول لستے کی پیمائش کے لئے ایک گروہ مقرر ہوا وہ اپنا کام رات کو کیا کرتا۔ کیونکہ دن میں قرب و جوار کے گنوار ان پر پل پڑتے تھے جن کو زمینداروں اول

تعلقہ نے ابھار دیا تھا۔

۱۳۔ بارے خدا خدا کر کے پیمائش کا کام ختم ہوا اور پارلیمنٹ میں ریل بنانے کی غرض سے ایک قانون پیش کیا گیا۔ مگر فوراً نامنظور ہوا۔ ممبران پارلیمنٹ نے کہا: ہم واقف ہیں کہ اس رستے میں ایک عمیق دلدل ہے۔ جس کی تھاہ آج تک نہیں ملی۔ یہ کون دیوانہ ہے جو اس پر ریل بنانی چاہتا ہے؟ جارح کا دعویٰ تھا کہ یہ امر ممکن ہے۔ آخر دونامی انجینروں نے اس کی رائے کی تصدیق کی۔ وہی بل سکر پیش ہو کر منظور ہو گیا۔

اگر عام لوگ اس کام کے حامیوں کو خط الحواس ہی کہتے رہے۔

۱۴۔ جارح نے ریل کی سڑک بنانی شروع کی۔ جب دلدل کی نوبت آئی تو ہزار ہا چمکڑے پتھر اور مٹی کے اس میں ڈالے اور سب غائب۔ حتیٰ کہ لوگ مایوس ہونے لگے۔ مگر جارح یہی کہتا رہا کہ ”اور ڈالو! آخر دلدل بھر گئی۔ سڑک بن گئی۔ اور اس پر ریل بچھا دی گئی۔ پھر بھی لوگ اس کو مجنوں ہی کہتے رہے۔

۱۵۔ جب سڑک مکمل ہو چکی۔ تو ڈائریکٹروں نے اشتہار دیا کہ جو انجینر فی گھنٹہ دس میل چلنے والا انجن بنائے گا۔ اس کو پانچ ہزار روپے کا انعام دیں گے۔ جارح نے بھی اپنے بیٹے کی اعانت سے ایک انجن تیار کیا۔ امتحان کے روز چار انجن پیش ہوئے، ہر ایک کی رفتار دیکھی گئی۔ جارح کا انجن جو ایک گھنٹے میں پچیس تیس میل چلا۔ سب سے سبقت لے گیا۔ حکم ہوا کہ ایسے ہی آٹھ انجن اور بناؤ۔ بالآخر ۱۵ ستمبر ۱۸۲۶ء کو

ماچسٹر اور لیورپول کے درمیان ریلوے کھولی گئی۔ اکثر نامی گرامی امرا اس وقت موجود تھے یہ سب کچھ ہوا۔ مگر جارج اور اس کے بیٹے کو عوام الناس پھر بھی وہی خطی دیوانہ اور پاگل ہی کہتے رہے۔

یاد کر و تلفظ اور معنی

مکرر	مہیب	خوض	ناخواندہ	عُسْرَت	موجود
حتیٰ	حسن پوش	صِلَہ	مَسْکِن	یَوْمِیَّہ	قبل
حانی	تجار	اَشَد	مُحَاسِب	تَشْوِیْش	قلیل
خط الحوائس	جوار	لَعْنُو	اَنَانِہ	حَوَالہ	عیال
عوام الناس	تصدیق	اِعْتِرَاض	مَسْدُوْد	آبائی	کثیر

از  
مؤلف

## ناروں بھری رات

۳۲

اے چھوٹے چھوٹے تارو  
تمہیں دیکھ کر نہ ہووے  
کہ تم اونچے آسماں پر  
ہوئے روشن اس روش سے  
کہ چمک دک رہے ہو  
مجھے کس طرح تحیّر  
جو ہے کل جہاں سے اعلیٰ  
کہ کسی نے جڑ دیئے ہیں  
گہر اور عمل گویا

جو ہیں آفتاب تاباں  
وہیں جلوہ گر ہوئے تم  
ہے مسافروں کے حق میں  
نے چھپا یا اپنا چہرہ  
یہ تمہاری جگمگاہٹ  
بڑی نعمت اور راحت

اگر اتنی روشنی بھی  
تو عزیزب جنگلوں میں  
نہ تمیز راس و چپ کی  
نہ نشان راہ پاتے  
نہ میسر آتی ان کو  
یوں ہی بھولتے بھٹکتے  
نہ طرف کی ہوتی اٹکل

وہ عزیزب کھیت والے  
کہ گھڑی ہے جن کی کھیتی  
کہیں کہہ رہا ہے خرمن  
یو نہیں شام سے سحر تک  
نہ گھڑی ہے واں نہ گھنٹہ  
مگر اے چمکنے والو  
وہ اُمیدوار دہقان  
کہیں کھیت کٹ رہا ہے  
نہیں آنکھ ان کی جھپکی  
ہیں تمام رات جاگے  
نہ شمار وقت و ساعت  
ہو تمہیں انھیں سمجھاتے  
کہ گئی ہے رات اتنی

وہ جہاز جن کے آگے  
اونھیں ہولناک موجوں  
کوئی ہے چلا وطن سے  
انھیں کچھ خبر نہیں ہے  
نہ تو مرحلہ نہ چوکی  
نہ کوئی دلیل و رہبر  
ہے وسیع بحر اعظم  
سے مقابلہ ہے کرتا  
کوئی آرہا ہے واپس  
کہ کدھر ہے ان کی منزل  
نہ سراغ راہ کا ہے  
مگر اے فلک کے تارو  
تمہیں ان کے رہنما ہو

یاد کرو تلفظ اور معنی :- تجیرہ  
تاہاں دہقان مزلہ

اعلیٰ فلک      رُہبر گہر      راس چپ      خرمن ہولناک      سراجِ دلیل

## اونٹ (۳۳)

۱۔ چوپائے دو قسم کے ہیں۔ اہلی اور وحشی۔ اہلی وہ ہیں جو پالنے اور پرورش کرنے سے انسان کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں جیسے گھوڑا بیل۔ اونٹ وغیرہ۔ وحشی وہ ہیں جو جنگل میں بسر کرتے اور آدمی کی صورت سے بدکتے ہیں جیسے نیل گائے، پارٹھا، ارنابھینسا وغیرہ۔

۲۔ تمام اہلی جانوروں میں اونٹ نہایت اسیل و نجیب حلیم و سلیم جانور ہے۔ اس کے جثہ اور اعضا کی ساخت سے صاف عیاں ہے کہ وہ گرم و خشک ریگستانوں کی صعوبتیں جھیلنے اور وہاں کے باشندوں کو مدد دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۳۔ اس کے معدے میں قدرتِ کاملہ نے ایسے خانے بنا دیئے ہیں جن کے اندر وہ ہفتہ بھر کی رسد پانی کی اپنے واسطے بھر لیتا ہے۔ اور بے آب و غیر آباد بیابان کو بے کمان طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی پشت پر کوہان ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں چربی کا ایک ذخیرہ ہے۔ اور یہ ذخیرہ اس کے معدے کو جھوک کی شدت میں غذا پہنچاتا ہے۔ جبکہ چٹیل اور اجاڑ ریگستانوں میں کہیں گھاس کا ننکا یا جھاڑی جھنڈی کے پتے ببول کے کانٹے یا چھوہار

کی چند گٹھلیاں بھی اس کو میسر نہیں آتیں تو کئی کئی روز تک وہ بے چارہ بغیر چارہ کھائے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اپنی کڑی منزلیں طے کرتا ہے۔

۴۔ اس کے سُم چوڑے چھپٹے اور نرم گدگدے ہوتے ہیں جو ریتے کے ایسے تھلوں کو بخوبی قطع کرنے کے قابل ہیں جہاں گھوٹے کا سخت سُم ٹخنے تک عرق ہو جاتا ہے۔ اس کی طویل گردن۔ اونچی ٹانگیں اس کی مضبوط پسلیاں اور گھٹنوں اور کولہوں کے جوڑ صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ بار برداری اور سواری کے لئے نہایت موزوں بنا یا گیا ہے۔ وہ مالک کے اشارے پر زانو کے بل بیٹھ جاتا اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لدواتا ہے لیکن جب غلطی سے اس کا مالک یا رگراں اس کی پشت پر لاد دیتا ہے۔ تو وہ اس کو آگاہ کرنے کے لئے بڑبڑاتا اور شور و غل مچاتا ہے۔

۵۔ ایسے ریگستانی خطوں میں جیسا کہ عرب اور افریقہ کا صحرا ہے۔ اسی سو مند جانور کی بدولت آدمیوں کو خوراک کے لباس میسر آتا ہے۔ اور اسی کی اعانت سے ان کے اکثر کام چلتے ہیں۔ وہ لوگ اونٹ کے بالوں سے کپڑا بناتے اور ریشی بناتے ہیں۔ اس کی کھال کے خیمہ اور فرش تیار کرتے ہیں۔ اس کے گوشت اور دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈی کو بھی کام میں لاتے ہیں غرض کہ ان کے حق میں اونٹ ایک رحمتِ الہی ہے۔

اہلی وحشی      اہل اہل      اہل اہل  
 حشیش      حشیش      حشیش  
 عیال      عیال      عیال  
 سلیم      سلیم      سلیم  
 جنت      جنت      جنت  
 صعوبت      صعوبت      صعوبت  
 زانو      زانو      زانو

## اہلیا بانی (۳۴)

۱۔ یہ نیک سیرت بانی سیندھیا کے خاندان سے تھی ۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام۔ سبزہ رنگ اور اکہرے بدن کی عورت تھی۔ گوچنداں خوبصورت نہ تھی مگر خدا نے اس کو فہم کامل ہمت عالی اور صفات حمیدہ عطا کی تھیں۔ جن کے آگے حسن ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

۲۔ ملہار راڈ ہلکے کے بیٹے سے اس کی شادی ہوئی۔ ابھی بیس برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیوہ ہو گئی۔ اس کا شوہر اپنے باپ کے سامنے ہی اس جہان سے انتقال کر گیا۔ صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے۔ ملہار راڈ کی وفات کے بعد اس کا پوتا جانشین ہوا۔ مگر نو مہینہ کے بعد وہ بھی راہی عدم ہوا۔ اس لئے دھرم نشاستر کی رو سے اہلیا ریاست کی وارث ٹھہری ۳۶ء میں اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس وقت اس کی عمر ۳۰ برس زیادہ نہ تھی۔

۳۔ کہتے ہیں کہ اس نے خزان سلطنت پر متصرف ہو کر تمام روپیہ آسائش خلق اور رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اپنے علاقے

کا انتظام خود کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ علم اور انصاف کے ساتھ حکمرانی کر کے اپنے ملک کی حالت کو بہتر اور رعایا کو مزہ حال کرے ساہوکاروں اور تاجروں، زمینداروں اور کاشتکاروں کی ترقی جس قدر اس کے دل کی خوشی کا باعث تھی۔ اتنی کوئی اور چیز نہ تھی۔

۴۔ سب سے افضل یہ وصف تھا کہ وہ غیر مذہب والوں کیساتھ زیادہ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ اسکی انصاف پروری اور معدلت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسکا ملک غنیمت کے حملہ سے محفوظ اور اندرونی فتنہ و فساد سے پاک صاف رہا۔

۵۔ یوں تو ہر ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ اس کا برتاؤ نیک تھا لیکن غریب اور محنتی آدمیوں کے حال پر از حد توجہ کرتی تھی۔ وہ اپنے ہی علاقے میں دان پُن نہ کرتی۔ بلکہ اس کا فینس عالمگیر تھا۔ ہندوؤں کے جتنے تیرتھ جاترا ہیں۔ سب مقامات پر اس نے مندر بنوائے تھے۔ اور سالانہ خیرات بھی وہاں بھیجا کرتی تھی۔

۶۔ اس کا دستور تھا کہ تمام مقدمات آپ سنتی۔ ہر مستغیث اسکے دربار میں باریاب ہوتا۔ اس کا قول تھا کہ مجھے اپنے تمام اعمال حکومت کا حساب خدا کو آپ دینا پڑے گا۔

۷۔ اس کی پوجا پاٹ اور ریاضت کے کاموں میں بجز کسی خاص ضرورت کے کبھی فرق نہ آتا تھا۔ سب لوگ نہ دل سے اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ نہ صرف اس کے ہم قوم بلکہ غیر قوم والے بھی اس کو ایسا ہی مانتے تھے۔ نظام دکن اور ٹیلیو سلطان بھی اس کی ایسی ہی



عزت کرتے جیسی کہ پیشوا کرتا تھا۔

۸۔ ان باتوں کے سوا ایک بڑی قابل تعریف بات یہ ہے کہ خوشامد سے اس کو نفرت تھی۔ چنانچہ ایک برہمن اس کی تعریف میں کتاب بنا کر لایا جب تک وہ پڑھتا رہا۔ خاموش بیٹھی سنا کی۔ مگر جب ختم کر چکا تو کہا کہ ”بھلا میں ضعیف العقل اس صفت و ثنا کی مستحق کب ہوں؟“ یہ کہہ کر وہ کتاب دریائے نر بردا میں ڈلوادی اور اس برہمن کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔

۹۔ آخر عمر میں اس کو اپنی بیوہ دختر کے سستی ہو جانے کا سخت صدمہ اٹھانا پڑا۔ ۹۰ سال کی عمر میں جب اس کی عمر ۶۰ سال کی تھی اس نے نہایت فیاضانہ اور منصفانہ حکومت کے بعد اس عالم سے رحلت کی۔

یاد کرد تلفظ اور معنی

سیرت	انتقال	متصرف	معدلت	باریاب
عظیم	اندام	راہی	رفاہ عام	ریاضت
عالمگیر	تکریم	حمیدہ	خزائن	مروتہ حال
	مستغیث	تہ دل	ضعیف العقل	

## حکایت مرد کور و بینا

(۳۵)

از  
رنگین دہلوی

ایک اندھا مرد بینا کا تھیار  
بائے اک باری ہوئے وہ ہم سفر  
ربط تھا دونوں میں باہم ہیشمار  
ایک جاشب کو ہوا ان کا گذر

کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ اس ہاتھ سے قمچی پڑی اندھے کے چھوٹ پر لگا وہ ڈھونڈھنے ہر سو اسے سانپ اس کے ہاتھ میں اک آگیا جی میں سمجھا ہے یہ قمچی اور کی بولا ”اے دل! اس کا مت ارمان کر تب پڑی آنکھ اس پر اس دلسوز کی مارتیر سے ہاتھ میں ہے اس کو مارا“ ان دموں میں مطلقاً آتا نہیں یعنی میں دوں پھینکا کر تو لے اٹھا سانپ نے کاٹا اسی کی ران میں کاٹے ہی اس کے وہ اندھا موا

تھی پرانی قمچی اک اندھے کے پاس یک بیک ڈور لگیا قمچی کا لوٹ تھی نہ خواہش اسکی چنداں گو سے ڈھونڈتا اس کو جو وہ ہر جا گیا خوب جو زبئی پہ اس کی غور کی اس سے اس قمچی کو اچھا جان کر روشنی اس میں ہوئی جب زور کی یک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار کور بولا ”میں دعا کھاتا نہیں“ پاگیا اے دوست! مطلب میں تر کور تھا اس گفتگو کے دھیان میں زہر کارنگیں! اثر اس کو ہوا

یاد کر و تلفظ اور معنی

رَبطِ قَمِچِی اَرْمَانِ دِلِ سَوَزِ مَارِ دَمِ

## سیتاجی

(۳۶)

۱۔ ہندوؤں کے ہاں جو شہرت رام چند رجبی کی بی بی سیتاجی نے پائی ہے۔ وہ کسی اور عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔ طرح طرح مصیبتوں کا جھیلنا اور عجیب عجیب سانحوں کا پیش آنا۔ خاندان

اور مرتبہ کی شرافت جس خداداد کی لطافت، خوبی خصائل کی نصیلت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہر فرقے کے ہندوان کے نام کو محبت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں۔

۲۔ سیتاجی کا باپ راجہ جنک نرہٹ کا فرماں روا تھا۔ اور صرف یہی دختر نیک اختر مشکوے سلطنت کا اجالا تھی۔ اس لئے نہایت ناز و نعمت سے اس کی پرورش ہوئی۔ اس کے جمال ظاہری کو کمال اوصاف نے اور بھی چمکادیا۔

۳۔ اس زمانے میں بہادری اور شجاعت ہی بڑا جوہر تھا۔ اس لئے راجہ جنک نے عہد کر لیا تھا کہ جو کوئی اس کڑی کمان کو کھینچ لے گا جو اس کے ہاں رکھی ہوئی تھی۔ وہی اس کی پیاری قرۃ العین سیتا کو پائے گا۔

۴۔ جب سیتاجی کے جمال و کمال کا آوازہ تمام آریہ ورت میں پھیل گیا تو دور و نزدیک کے راجہ اس کے خواستگار ہوئے۔ مگر راجندر جی کے سوا جن کا آغاز شباب تھا۔ اور فن تیر اندازی میں دستگاہ کامل پیدا کی تھی۔ کوئی کامیاب نہ ہوا۔ انھوں نے صرف کمان کو کھینچا ہی نہیں بلکہ اپنی شہ زوری سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پس عہد کے بموجب ان کے ساتھ سیتا کی شادی ہو گئی۔ وہ اس کو لیکر اجودھیا میں واپس آئے۔ اجودھیا ان کے باپ کا دار الحکومت تھا۔

۵۔ کچھ مدت کے بعد ان کے پتا جسرتھ نے اپنی ایک عزیز بی بی کے

اغوا سے راجندر کو چودہ برس کا بن باس دیا۔ راجندر نے بلا عذر باپ کے اس سخت حکم کی تعمیل کی۔ اس جلا وطنی میں ان کی باؤ سنا بنی بی سیتا اور ان کے برادر عزیز لچھمن نے حق رفاقت ادا کیا۔ یہ شاہی گروہ اجودھیا کی رعایا بڑا یا کو اپنی مفارقت کے رنج و الم میں گریہ و زاری کرتا ہوا چھوڑ کر رخصت ہوا۔ الہ آباد سے گذر کر حیر کوٹ پہاڑ پر پہنچے۔ کئی سال کی دشت نور دی کے بعد منبع گو د اور می کے قریب سچوئی پر اقامت اختیار کی تاکہ باقی ایام وہاں بسر کریں۔

۶۔ جنگل کے پھل پھلاری اور شکار پر گذر اوقات کرتے تھے رام چندر اور لچھمن باری باری سے صید انگنی کو جاتے، مگر ایک بھائی سیتا کی نفسی خاطر اور حفاظت کی نظر سے موجود رہتا۔ قضا اور ایک روز رام چندر جس سمت کو شکار کے لئے گئے تھے۔ ادھر سے نالہ و بکا کی آواز آئی۔ ناچار لچھمن سیتا کو تنہا چھوڑ کر تفتیش حال کے لئے چلے گئے۔ ان کا جانا تھا کہ لنکا کاراجہ راون سیتا جی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا۔

۷۔ جب رام چندر جی نے معاودت کی اور سیتا کو قیام گاہ پر نہ پایا تو بغایت مضطرب ہوئے اور جنگل جنگل تلاش کرتے پھرے۔ آخر کو جب پتہ مل گیا تو راجہ کرناٹک کے بھائی سگر یو کی اعانت سے لنکا پر لشکر کشی کا عزم کیا۔

۸۔ آغاز جنگ سے پیشتر منومان جو سگر یو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا۔ راون کے سمجھانے کو بھیجا۔ جب صلح و صلاح سے راون راہ راست

پر نہ آیا تو ہنومان سیتا کو تسلی و تشفی دے کر واپس چلا آیا۔ پھر تو رام چندر جی کے لشکر نے سیتا کو عبور کر کے خوب معرکہ آرائی اور جدال و قتال کیا۔ یہاں تک کہ بد ذات راون ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اور اپنے کردار کی پاداش کو پہنچا۔

۹۔ یہ فیروز مند گروہ سیتا کو زندان بلا سے چھڑا کر وطن کی جانب پھرا۔ مگر اول اس غم زدہ قیدی کو اپنی عفت و عصمت کے ثبوت میں ایک ہولناک امتحان آگ میں گرنے کا حکم دینا پڑا۔ کیونکہ اس زمانہ میں مشتبہ عورت کیلئے دہکتی ہوئی آگ یا جلتے تو بے پر رہنے پر چلنا ہی پاک دامنی کی شہادت خیال کی جاتی تھی۔

۱۰۔ اس سخت آزمائش کے بعد رام چندر اور سیتا جی دھوم

سے اجودھیا میں داخل ہوئے اور تخت شاہی نے راجہ رام چندر جی کے جلوس سے رونق تازہ پائی۔ سیتا جی نے جلی نیک مزاجی، خوشخونی اور نہایت خلوص و وفاداری سے اپنے نامور شوہر کے دل میں از دیار محبت کا بیج بویا۔ پچھ عرصے کے بعد آثار حمل نمودار ہوئے اور دستوں کے موافق حاملہ کی حفاظت اور خوشی کے ساز و مان کئے گئے۔ مگر افسوس کہ انقلابِ روزگار نے بہت جلد اس مسرت کو کلفت سے بدل دیا۔

۱۱۔ عوام نلفاس نے سیتا جی کی عفت اور بے گناہی کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ گھر گھر بدگمانی اور الزام کا چرچا ہونے لگا۔

ناچار رام چندر جی نے پیاری بی بی کو جلا وطن کیا۔ لچھمن جی

اس بلیس شکستہ خاطر کو بن کے اندر بالمیک کی منڈھی کے پاس چھوڑ آئے وہیں لو اور کش دو تو ام لڑکے پیدا ہوئے جنہوں نے بالمیک کی سرپرستی میں پرورش پائی۔

۱۲۔ جس وقت رام چندر جی نے اشومیدھ جگ کیا تو یہ لڑکے بھی بالمیک کے ساتھ اجودھیا کو گئے۔ اگرچہ ان کا لباس غریب برہمن زادوں کا سا تھا۔ مگر ان کی شکل و صورت سے جلال شاہی اور شکوہ امارت ٹپکتا تھا اس لئے اصل حال مخفی نہ رہ سکا اور بہت جلد ان کا حسب و نسب سب پر آشکارا ہو گیا۔

۱۳۔ اس وقت بالمیک نے بھری مجلس میں سیتاجی کی سفارش کی اور تمام الزام و اتہام جو ان کی عصمت پر لگائے گئے تھے رفع کر دیئے تب تمام راجاؤں اور سرداروں نے جو اس جشن میں جمع ہوئے تھے متفق اللفظ یہی کہا۔ "سیتا ستوتی ہے اور اس کو واپس بلا لینا مننا ہے" لیکن اور اہل مجلس نے خاموشی اختیار کی اور واپسی کی رائے نہ دی۔ اس لئے رام چندر جی کو رعایا کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا مصلحت نہ معلوم ہوا۔

۱۴۔ بالمیک نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ "اب بھی کسی کو شک و شبہ ہو تو مکرر آزمائش ہو سکتی ہے" سیتاجی کو جو تکلیفیں سہتے سہتے اور مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے نہایت نحیف و ناتواں ہو گئی تھیں یہ باتیں اس قدر شاق گزریں کہ تاب نہ رہی۔ غم و غصہ کے جوش میں

غش کھا کر گرہیں اور آخر دم تک ہوش میں نہ آئیں۔ راچندر جی کو اس  
 سانحہ کا ایسا قلق ہوا کہ آخر کار اپنے تئیں دریائے سر جو کے حوالے کیا۔  
 ۱۵۔ الغرض سینا ایک نیک طینت۔ با وفا صابر، مستقل مزاج  
 اور خاندان کی فرماں برداری کرنے والی بی بی کا ایک عجیب اور بے نظیر  
 نمونہ تھی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

دَسنگاہ	شَبَاب	قِرَّةُ الْعَيْنِ	خَصَائِل	لَطَافَت
مُعَاوَدت	تَفْتِيش	صَيِّدِ الْفِكْرِ	دَشْتِ نوردی	اعْوَا
پاداش	قِيَال	جِدَال	عَبُور	مُضْطَرَب
جہلی	مَجْلُوس	شَهَادَت	عِصْمَت	عِفَّت
شِکْوہ	جَدَال	حَمَل	ازدیاد	خُلُوص
طِينَت	سَانِحہ	اِتِهَام	حَسَب	امَارَت

## حکایت رو باہ

از  
رنگین ہولی

۳۷

پر بہت بے عقل اور بے ہوش تھا  
 یوں لگا کہنے اسے ”اے عم گسار“  
 آج کے دن تو مرا مہمان ہے  
 ہو لیا پر ساتھ اس کے ہو کے شاد  
 آپ وہ خرگوش پھر اندر بڑھا

لوٹری کا دشمن اک خرگوش تھا  
 ایک دن اک بھیڑیے کا بنکے یار  
 مدد نہ تجھ پر سے یہ میری جان ہے  
 مجھ بے کو مگر تھے ہر چند یاد  
 لوٹری کے در پر اس کو کر کھڑا

تیرے گھر مہمان اک آیا ہے آج  
 سمجھی وہ کچھ ہے مقرر اس میں فی  
 جانتی تھی اس کو وہ اپنا عدو  
 آگے آگے اس کے پر تو آئیو  
 واں کیا خس پوش تھا اک چاہ کو  
 گر پڑے اس میں وہ دونوں کہاں  
 پنج رہی وہ اور وہ دونوں مومے  
 پوست کندہ میں نے تجھ سے یہ کہی  
 راہ سے بے راہ ہرگز چسل نہیں

لو مڑی سے یوں کہا "کر کچھ علاج  
 اس نے گھبراہٹ سے جو بات کی  
 تھی عداوت کی جو آتی اس سے بو  
 بولی "اس رستے سے اس کو لائیو  
 تھا بایا اس نے جو اس راہ کو  
 جو ہیں پہنچے آگے اس رستے سے واں  
 آپ سے دونوں اسیر چہ ہونے  
 ہے برائی کا ثمر رنگیت! یہی  
 نیک و بد کی کیا تجھے اٹکل نہیں

یاد کرو تملفظ اور معنی

غمگسار	مقرر	عُدُو	شادمانی
اسیر	چاہ	پوست کندہ	

## (۳۸) پچھاپہ کا ایجاد

۱۔ اس صنعت کی ایجاد نے علوم و فنون کے قالب میں ایک  
 تازہ روح پھونک دی ہے۔ جب تک قلم سے کتابت ہوتی تھی -  
 کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ان کی اشاعت کم ہوتی تھی۔ اس  
 لئے علم و ہنر کا بازار سرد تھا۔ مگر چھاپہ کی ایجاد نے کتابوں کو پانی کے  
 مول کر دیا اور بہت سا وقت اور بڑی محنت جو کتابوں کے لکھنے



میں صرف ہوتی بچا دی۔

۲۔ اگلے وقتوں میں جب روم دیونان پر تباہی آئی تو جنگِ جدل کے زمانہ میں اکثر حکما کی تصنیفات جن کے نسخے بہت کم تھے غارت ہو گئیں پھر وہ ایسی مفقود ہوئیں کہ دنیا میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اب چھاپہ کی بدولت ایک ایک کتاب کے ہزار ہا نسخے تیار ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کتابوں کے بالکل نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ بہت کم ہو گیا ہے، مگر چھاپہ کی بدولت جس طرح عمدہ کتابیں اور مفید مضامین رواج پاتے ہیں جبکہ مطالعہ انسان کے لئے مفید ہے اسی طرح برے مضمون اور مضرت رساں کتابیں بھی شائع ہو سکتی ہیں اسی نظر سے چھاپہ خانہ کے واسطے گورنمنٹ نے خاص قانون بنا دیا ہے۔ تاکہ کوئی شخص اس مفید آلہ کو برے کام میں نہ لائے۔

۳۔ چھاپہ کے ایجاد کا دعویٰ اہل ہالینڈ اور اہل جرمنی دونوں کرتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ موجد اس کا ہالینڈ ہے۔ البتہ اہل جرمنی نے اس کو رونق و ترقی دی ہے۔ کہتے ہیں کہ ۱۴۶۶ء میں ایک شخص نے بطور نغین درخت پر کچھ نقش و نگار کھودے اور سیاہی لگا کر کاغذ چکایا۔ اس کاغذ پر اچھے خاصے نقش اٹھے۔ پھر تو لکڑی کھود کر چھاپنے کا رواج شروع ہو گیا۔

۴۔ بارہ برس کے بعد ایک شخص جو چھاپہ خانہ کا ملازم تھا۔ ہالینڈ سے بھاگ کر جرمنی میں آیا۔ آلات طبع چرا کر ساتھ لایا۔ اور یہاں صنعت

کو رواج دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ لکڑی جلد گھستی اور حرف خراب ہو جاتے ہیں۔ تو سیسے پر حرف بنانے کی ترکیب نکالی۔ مگر اس طرح حرفوں کے کندہ کرنے میں بھی بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ پھر اس نے ایک اور شخص کو اپنا شریک حال بنایا۔ اور اس کو نصف نصف منافع کا ساتھی کر لیا۔ باہم قول و قرار ہو گیا کیونکہ اس وقت تک یہ صنعت بطور خفیہ راز کے تھی۔ اس شخص نے اول فولادی حرف تیار کئے، اور ان کا ٹپہ مانے پراٹھا لیا۔ اس طرح تانبے کا قالب بنا کر اس میں سیسے کے حروف ڈھالنے لگا۔ پھر تو چھاپنے میں آسانی ہو گئی۔

۵۔ ۱۷۶۲ء میں ایک بار اس شہر کو جہاں یہ چھاپنے والے رہتے تھے غنیم نے فتح کر لیا۔ باشندے خوف جان سے بھاگ نکلے۔ یہ لوگ بھی اپنے وطن کو چھوڑا دھرا دھڑ بھل گئے۔ اس وقت سے اور ملکوں میں بھی اس صنعت نے رواج پایا۔ ملک انگلستان میں یہ صنعت ۱۷۲۵ء سے شروع ہوئی ہے۔ مگر آکسفورڈ کے مدرسے میں بعض کتابیں ۱۷۲۶ء کی مطبوعہ بھی ملتی ہیں۔

۶۔ ہندوستان میں چھاپے کے انیکا قصہ یوں مشہور ہے کہ شاہ انگلستان نے ایک محمد ملازم زر کثیر دے کر ہالینڈ کو روانہ کیا۔ کہ کسی تدبیر سے اس صنعت کو حاصل کرے۔ اس نے بھیس بدل کر کچھ عرصہ تک اس ملک میں قیام کیا۔ کیونکہ اس وقت تک یہ صنعت غیروں سے مخفی رکھی جاتی تھی۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ کوئی شخص غیر ملک کا اس سے سکھنے آیا ہے

تو وہ اس تصور پر قید کر دیا جانا تھا۔

غرض انگلستانی عیار نے اپنے حسن تدبیر سے چھاپہ خانہ کے ایک ملازم کو جو اس فن سے بخوبی واقف تھا، پر چالیا۔ اور زر کشیدر کی اس کو انگلستان آنے پر رضامند کیا۔ ایک روز خفیہ طور پر یہ دونوں آدمی شہر سے نکلے اور سمندر کے ساحل پر پہنچ کر اس جہاز میں سوار ہو گئے۔ جو شاہ انگلستان کی طرف سے اس خدمت کے واسطے متعین تھا۔

۷۔ جب چھاپہ کار ہنر مند انگلستان جا پہنچا تو بادشاہ نے لندن میں اس کا رخانا کا بنانا مصلحت نہ جان کر اس کا ریگرو آکسفورڈ میں بھیج دیا۔ جہاں اس نے کارخانہ کی بنا ڈالی۔ اور چند انگریزوں کو یہ فن سکھایا۔ پھر تو روز بروز اس عجیب اور مفید صنعت کا رواج بڑھتا گیا اور بہت کچھ ترقی اس میں ہوئی۔ یہاں تک کہ آجکل چھاپہ کی کلیں بخاری انجن کے ذریعے سے چلائی جاتی ہیں۔ اور ایک روز میں انسا کاغذ چھاپ دیتی ہیں جتنا ہاتھ کی کلیں مہینوں میں نہ چھاپ سکیں انگریزوں کی بدولت یہ صنعت ہندوستان میں پہنچی اور اس کی برکت سے کتابوں کی وہ ارزانی ہوئی کہ ہر ادنیٰ اور غریب شخص بھی خرید سکتا ہے۔ اگلے وقتوں میں جو قلمی کتاب روپیہ کو بمشکل میسر آتی تھی وہ اب آنہ میں دستیاب ہو سکتی ہے۔

یاد کرو بلفظ اور معنی

تَصْنِيفٌ جَدِلٌ مَضْرُوبَةٌ نَفْسَانِ مَطْبُوعَةٌ تَالِيفٌ مَفْقُودٌ  
شَالِحٌ آلَاتٌ مَعْتَمَدَةٌ إِشَاعَةٌ نَسْخَةٌ مُوجِدٌ طَبْعٌ عِيَارٌ

## (۳۹) حکایت مہی عقل مند و کم عقل و بے عقل

پھلیاں تین اسمیں رہتی تھیں صغیر  
 بولا "ڈالوں گا سحر کو جال یاں"  
 بہ گئی آگے وہاں سے رات کو  
 جال کو پانی میں پھینکا کہ ہوس  
 سمجھی اب مجھ پر مصیبت آپڑی  
 بن کے مردہ پھر تو وہ چت پڑ گئی  
 دور پھینکا واں سے اس استاد نے  
 تیسری کا اب سنو مجھ سے بیان  
 اس کو وہ صیاد دلایا کام میں  
 کام فرما عقل کو، رہ ہوشیار  
 جانیں عاقل اور فرزانہ تجھے  
 بندگی ہوتی ہے اس سن کی قبول  
 ہے غنیمت تو بھی اے فرزند فال

دشت میں مدت سے تھا اک آبگیر  
 شام کو صیاد پہنچا اک وہاں  
 وہ جو تھی دانا تو سن اس بات کو  
 صبح کو صیاد نے اٹھتے ہی بس  
 وہ جو تھی کم عقل مچلی اس گھڑی  
 جان پر اپنی وہ اک دم اڑ گئی  
 جان پر مردہ اُسے صیاد نے  
 یوں بچا کر لے گئی وہ اپنی جان  
 بس کہ وہ حتم تھی آئی دام میں  
 بس یہ لازم ہے کہ پیش از مرگ یار  
 تاکہ دانا سب کہیں دانا بکھے  
 یعنی کر لے کچھ جوانی میں حصول  
 اور جو پیری میں تجھے آیا خیال

گر رہا پیری میں بھی اس چال پر  
 تو تو رنگیں وائے تیرے حال پر

یاد کرو تلفظ اور معنی

دشت آبگیر صغیر فرزانہ فرزند فال وائے

## (۴۰) غیاث الدین وشہاب الدین

۱۔ یہ دونوں حقیقی بھائی خاندان غور کے شاہزادے تھے شجاعت سخاوت، اخلاق و مروت میں ایک دوسرے کے فائق و برتر۔ جب غیاث الدین کو تخت سلطنت نصیب ہوا تو چھوٹے بھائی کو مدارالمہام اور سپہ سالار بنایا یہی شہاب الدین تھا جس نے ہندوستان کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ ان دونوں بھائیوں میں ساری عمر ایسا ایسا اتفاق و اتحاد رہا کہ جسکی نظیر شاہی خاندانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔

۲۔ ایک بار ان کے چچا ملک فخر الدین نے سلطنت غور کے دعوے سے دونوں بھتیجیوں پر یورش کی۔ لیکن ان کے مقابلہ میں شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ یہ دونوں بھائی جب چچا کے روبرو پہنچے۔ تو فوراً پیادہ پا ہو کر اس کی رکاب کو بوسہ دیا اور نہایت تعظیم و تحريم بجالائے۔ قیدی چچا نے یہ مدارات دیکھ کر شبہ کیا کہ شاید میری ہنسی کرتے ہیں۔ مگر یہ شبہ بہت جلد رفع ہو گیا اور اس کو یقین آ گیا کہ دونوں سعادت مند سچے دل سے انسانیت و قربت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آخر کار بہت آرام کے ساتھ اس کو بلخ تک پہنچا دیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

سائق مدارالمہام مدارات

## (۴۱) پرتھی راج اور شہاب الدین غوری

۱۔ خاندان چوہان کا آخری فرماں روا پرتھی راج تھا۔ جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں۔ دہلی اور اجمیر کی دونوں ریاستیں اسی کے زیر نگیں تھیں۔ اجمیر کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ دہلی کی حکومت اپنے بھائی کھانڈے رائے کو سپرد کی تھی۔ اسی عہد میں سلطان غیاث الدین غور کا بادشاہ اور اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین امیر لشکر اور حاکم غزنی تھا۔

۲۔ شہاب الدین غزنی کا انتظام کر کے ملک ہند کی تسخیر پر آمادہ ہوا۔ اول لاہور کے بادشاہ خسرو ملک کو اسیر و دستگیر کر کے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ پھر سند و راجاؤں کی عملداری میں قدم بڑھایا اور قلعہ سرسند کو سر کیا۔ اب سلطان مراجعت کی تیاری کر رہا تھا کہ رائے پتھورا کی لشکر کشی کا غلغلہ سنا۔ خود پیش قدمی کر کے آگے بڑھا۔ ادھر سے رائے کا لشکر پہنچا۔ ملاوڑی کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔

۳۔ جس وقت سلطان کی فوج راجپوتوں کے قلب پر تھکی ہوئی تھی۔ اس کا دایاں اور بائیں بازو شکست کھا کر بھاگا۔ مگر سلطان کچھ رفیقوں سمیت میدان میں جمارہا۔ کھانڈے رائے نے ہاتھی اس پر ریلہ سلطان بھی گھوڑا چمکا کر بڑھا۔ اور نیزے کا ایسا ہاتھ مارا کہ دانت توڑ کر اس کے منہ میں اتر گیا۔ مگر سلطان کے بھی زخم کاری نکا۔

قریب تھا کہ پشت زمین سے جدا ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک خلجی بچہ اس کے پیچھے ہو بیٹھا اور گھوڑے کو ہمیز کر کے دشمنوں کے نزعہ سے صاف نکال لے گیا۔ پھر تو باقی فوج کے قدم بھی اٹھ گئے۔ اور یہ ہزیمت خوردہ لشکر سخت تباہی کے بعد لاہور میں داخل ہوا۔

۴۔ چندے قیام کر کے سلطان نے غزنی کی جانب کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر فراریوں کو سخت سخت سزائیں دیں۔ ظاہر اعریش و آرام کا نقشہ بجایا۔ اور اپنے آپ کو بے پروا بنا یا لیکن خضیہ طور پر لشکر کی درستی اور سامان جنگ کے تہیہ میں شب و روز مصروف رہا۔

۵۔ رائے پتھور اغنیم کے خطرے سے فارغ البال ہو کر فتح کا نقارہ بجاتا اپنی راجدہانی میں آ بیٹھا۔ اسی اثنا میں تنوج کے راجہ جے چند نے جگ راجسوکا ارادہ کیا۔ اس جشن کا آئین یہ تھا کہ گرد و نواح کے راجہ طلب ہوتے ہر قسم کی خدمتیں اپنے ہاتھ سے بجالاتے۔ اسی جلسہ میں راجہ کی لڑکی کا سو گمب بھی تیار پایا تھا۔ رائے پتھور اس تقریب کی شرکت پر آمادہ ہوا۔ اتفاقاً کوئی ہم نشین بول اٹھا ”چوہان کے ہوتے جے چند کو یہ حوصلہ زیب نہیں دیتا“ رائے کو بھی راجپوتی مرٹک آگئی۔ جانا ملتوی کر دیا۔

۶۔ جے چند اس کے نہ آنے سے ایسا برہم ہوا کہ رائے کی طلائی سورت بنا کر جشن کے دنوں میں دربان کی جگہ کھڑی کرادی جب سنا کہ اس کی ہتک اس طرح کی گئی ہے۔ تو رائے کو تاب نہ ہی۔ کچھ جو دھا جو ان

ہمراہ لے تماشائیوں کے لباس میں جا دھمکا اور اس مورت کو بے دھڑک اٹھا لایا۔ قنوج والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

برق تھی صرصر تھی یا تھا زلزلہ

واہ رے جانباز تیرا حوصلہ

۷۔ راجہ کی دختر سنجو گئی یہ داستان سُکر رائے کی دلیری پر شریفہ ہو گئی اور اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا۔ باپ سخت آزرہ ہوا۔ دولت خانہ سے نکال ایک جدا مکان میں اس کو نظر بند کر دیا۔ جب رائے کو یہ خبر لگی تو تنو ساونت ساتھ لے پھر یکا یک قنوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور دن دہاڑے سنجو گئی کو لے چلا۔ قنوج کے سو رماؤں کی حمیت بھی جوش میں آئی تو قاب کر کے راہ میں جا لیا۔ وہ رن پڑا اور کھانڈا بجا کہ دلا دروں کے خون سے زمین رنگین ہو گئی۔ اگرچہ رائے کے سب جاں نثار کام آئے۔ الا اس لعل بے بہا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مرگٹ کر دی تک لے ہی پہنچا۔

۸۔ اس معرکہ سے ایک سال بعد سلطان شہاب الدین نے پھر پورش کی لیکن سرداران لشکر سے اپنا منصوبہ پوشیدہ رکھا۔ پشاور میں پہنچ کر ایک بوڑھے سپاہی نے عرض کیا: "خداوند! اس لاؤ لشکر سے تو کسی بڑی مہم کے آثار نظر آتے ہیں۔ پھر امرا سے اس راز کے مخفی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ سلطان نے آہ سرد بھر کر کہا: "سن پیر مرد! جس دن سے میں نے راجپوتوں کے مقابلے میں زک پائی۔ حریم دولت میں بستر کو پیٹھ نہیں لگائی۔ ہنوز وہ خون آلود پیرا ہن نہیں بدلا جو لڑائی کے وقت



میرے تن پر تھا۔ آج جبکہ ان امیروں کا منہ نہیں دیکھا جو مجھ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، اب غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ یا تو دشمن سے انتقام لوں یا سر میدان لڑ کر جان دوں۔

۹۔ پیر مرد نے دعائے خیر دے کر کہا: صلاح وقت یہ ہے کہ امر اکی تقصیر معاف فرمائیے، اُن کا رتبہ بڑھائیے۔ تاکہ آئندہ سرخرو بنیں اور پھیلے قصور کا بدل کریں،“ سلطان نے اُس کی صلاح مان لی۔ ملتان پہنچ کر ایک دربار کیا۔ لشکر کے سرداروں کو جمع کر کے ان کے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشائے سجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر عہدِ ایمان کو تازہ کیا۔

۱۰۔ اب لاہور پہنچ کر رائے کے نام نامہ لکھا گیا کہ ”یا تو ہماری اطاعت قبول کرو یا جنگ دیکھو کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب پیک سلطانی رائے کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ تو کسی کو تاب نہ تھی کہ یہ خبر گوش گزار کرے۔ چند ابھاٹ سات ڈیوڑھیاں طے کر کے راجہ کے حضور میں پہنچا اور سلطان کی یورش کا حال بیان کر کے اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجو گئی بھی جس کی بدولت رائے کی یہ بری گت ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔ لے راجہ! بزمِ عیش ختم ہوئی۔ اب میدانِ رزم کو آراستہ کرو۔ ملکِ دولت ترکوں کی ترک تاز سے بچا۔“

۱۱۔ الغرض رائے نے سلطان کے سفیر کو سخت جواب دے کر رخصت کیا۔ اور ہمہ تن جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔ قربِ دجوار

کے راجاؤں کو خبر پہنچائی۔ عرصہ قلیل میں لاکھوں سور مارا چوت اسکے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جب کوچ کی ساعت نزدیک پہنچی۔ رانی مہنجونی نے اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنایا۔ ہتھیار بدن پر سجا رانے کا آخری دیدار دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھرائی۔ ادھر کوچ کے نقارہ پر چوب پڑی، ادھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہل خاندان کو وداع کر کے راجپوت نرروں کے ساتھ رنجیت دروازہ سے نکلا۔ لشکر کوچ کا حکم سنایا۔ اور منزل بہ منزل تھانیسر کے میدان میں جا پہنچا۔ دریائے سرستی کے وار پار دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔

۱۲۔ ایک رات سلطانی لشکر نے دریا کو عبور کر کے صبح دم طبل جنگ بجایا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سپر موجود پایا۔ ایک گروہ نے جھٹ پٹ آگے بڑھ کر دشمن کو روکا۔ اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو کر سامنے آگیا۔

۱۳۔ سلطان کا لشکر چار حصوں میں تقسیم تھا۔ ہر حصہ باری باری سے حملہ کرتا تھا۔ مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہر اشکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا۔ راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا تو ان کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔ اس وقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم فوج سے پھر حملہ کیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی راست نہ آئی۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

۱۴۔ جب ہوانہایت گرم ہو گئی اور سورج سر پر آگیا تو رانے نے

درختوں کے سائے میں پناہ لی۔ ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اسکے گردا گرد جمع ہوئے۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کیا۔ آخر دم تک لڑنے کی قسم کھائی۔ شربت پیا۔ پان کا بیڑا چبایا۔ تلسی کے پتے زبان پر دھرے۔ پیشانی پر قشقہ زعفرانی کھینچا اور ذرا دم لیا۔

۱۵۔ بکسی قدر دن ڈھل گیا تھا کہ سلطان غوری بارہ ہزار سوار خاصہ لیکر اپنی جگہ سے ہلا۔ سواروں کے سردوں پر موصع خود بدن پر فولادی جوشن۔ ایک ہاتھ میں تلوار۔ ایک ہاتھ میں نیزہ۔ باگیں اٹھائے کنوٹیوں سے کنوٹیاں ملاتے دریائے موچ کی طرح اُمنڈ آئے۔ اس پر زور حملہ نے راجپوتی سپاہ میں کچھ ایسا زلزلہ ڈالا کہ یکایک ہوا بٹ گئی۔ چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا وہ شان دار فوج جو پہاڑ کی طرح جمی کھڑی تھی۔ دم کے دم میں تہ و بالا ہو گئی۔ بڑے بڑے نامی گرامی سردار میدان میں کام آئے۔ رائے پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔

۱۶۔ جب سرداروں کا یہ حال ہوا تو بن سری فوج کیا لڑتی۔ اور

کس کا سہارا پکڑتی؟ جس طرف جس کا منہ اٹھ گیا بھاگ نکلا۔

جہاں کل سپہ دار تھے حکمراں  
جہاں کل تھے فیلاں جنگی ہزار  
جہاں پاسباں کل تھے لُکارتے  
وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں  
وہ سر جس پہ تھا، کل جو اہر کا تاج  
کھڑے تھے جہاں تپجھے بانجے جوان  
کداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار  
پزندے بھی ڈرتے تھے پر باتے  
پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں  
وہ ہے خاک و رُخوں میں آلودہ آج

۱۷۔ رانی سنجوگنی دم دم کی خبریں منگاتی تھی۔ جب اس حادثہ جانکاہ کی سناؤنی آئی تو اس نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ چتا میں بیٹھ اپنے تین نازنیں کو آتش سوزاں کے حوالے کیا۔ تھوڑی دیر میں مشت خاکستر کے سوا اس کا کچھ نام و نشان باقی نہ رہا۔

تاسمجروہ بھی نہ چھوڑی تو نے اوباد صبا مؤلف  
یادگار رولق محفل تھی پروانے کی خاک

اس طرح دولت چوہان کا خاتمہ اور غوریوں کی سلطنت کا آغاز ملک ہند میں ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

گارزار	تہبتیہ	پیرائین	بلیت	مُرضع	مہمینز
فارغ البال	تیلانی	ترک تاز	مخود	نرغہ	صرصر
وداع	جوشن	اعدا	زلزلہ	سینک	تعاقت
چشم زدکن	فراری	شیفتہ	رزم	قشفتہ	ترجیح

از مؤلف

کوہ ہمالیہ

(۱۴۲)

جس کے اوپر تلے کھڑا ہے بن  
سبز چوٹی ہرے بھرے دامن  
سر دھتے جہاں تہاں جاری  
لہلہاتی ہے خوبصورت گھاس

ہے ہمالہ یہاں سر جیون  
بیل بوٹوں سے بن رہا ہے چین  
بے ہر ایک ہاتک س کی پھلوری  
لالہ خود رو ہے اور اس کے پاس

سیکڑوں قسم کے ہیں پھول کھلے  
 کہیں بن مالٹا کہیں بیلا  
 سال کا کیا ہی خوب جنگل ہے  
 سرو و شمشاد ہیں قطار قطار  
 ہیں چٹانوں پہ کودتے لنگور  
 ہیں ترائی میں ہاتھیوں کے غول  
 شیر خوار شاہ ہے یاں کا  
 بارہ سنگے غریب پر ہے لتاڑ  
 وہ جو ہے ہند کا بڑا ساگر  
 کوچ در کوچ روز بڑھتا ہے  
 کبھی دیتا ہے باندھ مینھ کا تار  
 تھا چڑھائیوں پہاڑ پر پانی  
 واں سے چشمے بہت ابل نکلے  
 سندھ و ستلج ہیں مغربی دریا  
 ہیں یہ دریا بہت بڑے چاروں  
 پس سمندر سے جو رسد آئی  
 ہوا سرسبز ہند کا میدان  
 ہند کی سرزمین ہے اُن ماتا  
 اے ہمالہ پہاڑ! تیری شان

پیڑ باہم کھڑے ہوئے ہیں ٹلے  
 کہیں اخروٹ اور کہیں کیلا  
 سور ماؤں کا بن کے دنگل ہے  
 ریچھ پھرتے ہیں بن کے چوکیدار  
 ایک ہی جست میں وہ پہنچے دور  
 کوئی پائل ہے اور کوئی بھول  
 پاڑھے جیتل کو خوف ہے جاں کا  
 سینگ ہیں اسکے جھاڑ اور جھنکار  
 واں سے چلتا ہے ابر کا لشکر  
 پھر ہمالہ پر آکے چڑھتا ہے  
 کبھی کرتا ہے برف کی بھر مار  
 کی ہے قدرت نے کیا ہی آسانی  
 ندی نالے ہزار چسل نکلے  
 اور پورب میں میگھنا۔ گنگا  
 جن میں بہتا ہے پانی الغاروں  
 یوں ہمالہ نے بانٹ کر کھائی  
 تیری حکمت کے اے خدا قربان  
 اور ہمالہ پہاڑ جسل داتا  
 دنگ رہ جائے دیکھ کر انسان

پہنچے جب پاسوں دیکھنے والا  
 دیو کی طرح سے کھڑا ہے اُل  
 اُبشاروں کا شور ہے برپا  
 گویا میدان کو ڈراتا ہے  
 کاش چوٹی پہ نیری چڑھ جاتا  
 جس میں گنگن جمن ہیں تیز رواں  
 دائیں بائیں کو صاف لہرائیں  
 تو شمالی طرف نظر کرتا  
 گویا سونے کی ہے فصیل کھڑی  
 دوستوں سے یہ ماجرا کہتا

ساری دنیا میں ہے تو ہی بالا  
 سامنے اک سیاہ دَل بادل  
 گھاٹیاں جن میں گونجتی ہے صدا  
 دبدبہ اپنا تو دکھاتا ہے  
 بے مرے دل میں یہ خیال آتا  
 واں سے نیچے کا دیکھتا میدان  
 دو کیریں سی وہ نظر آئیں  
 اس تماشے سے جبکہ جی بھرتا  
 شام کو دیکھتا بہار بڑی  
 پھر وطن میں جب آن کر رہتا

یاد کرو تلفظ اور معنی

سمرجیون خودرو اُبشاروں اَلغاروں فصیل ماجرا

## تَحْمَل اور وفائے وعدہ (۲۳)

۱۔ ایک بار سلطان فیروز تغلق نے بنگالہ پر فوج کشی کی تھی۔  
 اس مہم میں اس کا بیٹا فتح خاں بھی ہمراہ تھا۔ اگرچہ شاہزادہ صغیر  
 سن تھا۔ مگر اور بچوں کی طرح اس کو لہو و لعب کا شوق بالکل نہ تھا  
 صبح سے دوپہر تک اور شام سے پہر رات گئے تک نوشتہ دخواند  
 میں مصروف رہتا۔ مجلس داری اور سواری کے اوقات میں جو امور

پیشہ آتے ان کو اس خوبی سے فیصل کرتا کہ بڑے بڑے ذی عقل و سن رسیدہ حیران رہ جاتے۔

۲۔ ایک روز نیند کا غلبہ ہوا۔ مکتب سے اٹھ محل خاص کو چلا۔ راہ میں ایک پیر زال دہائی دیتی سامنے آئی اور کہا۔ میرا شوہر اور لڑکا سناڑکوں سے کچھ مال خرید کر سلطانی لشکر میں بیچنے کو لا رہے تھے۔ یکا یک ڈاکو لوٹ پڑے اور سب مال و متاع لوٹ لیا۔ جب وہ مصیبت کے مارے لٹ پٹ کر شاہی لشکر کے قریب پہنچے ہیں تو سپاہیوں نے جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ اب یہ بیکس، بے دارنی بڑھیا داد خواہی کے لئے تیرے پاس آئی ہے۔

۳۔ نیک بخت شہزادہ تو بڑھیا کا دردناک ماجرا سن کر بہت کڑھا اور بولا۔ ”اچھا مائی! اگر سچی ہے تو دو گواہ لا، جو تیرے بیان کی تصدیق کریں۔“ بڑھیا بولی ”بیٹا! گواہ تو بہت ہیں۔ پیر میں ڈرتی ہوں کہ آنے جانے میں دیر لگی تو پھر تم تک رسائی دشوار ہوگی یہ شہزادے نے ہنس کر کہا۔“ خیر میں اسی جگہ کھڑا ہوں، تم جاؤ اور اپنے گواہ لاؤ۔“

۴۔ غرض بڑھیا چلی گئی اور شہزادہ منتظر کھڑا رہا۔ خادموں نے عرض کیا کہ ”مبادا تمازت آفتاب باعثِ مضرت ہو۔ اگر فلاں درخت کے سائے میں قیام کیجئے تو مناسب ہے۔ مگر شہزادے نے وہاں سے قدم اٹھانا خلاف وعدہ سمجھا۔ دھوپ کی سختی کو برداشت کیا اور وہیں کھڑے کھڑے بڑھیا کے گواہوں کا بیان سنا۔ اور جب

یقین ہو گیا کہ بڑھیا سچی ہے تو اس کو ساتھ لے کر باپ کے پاس گیا۔ لیکن بادشاہ سوتا تھا۔ اس لئے شہزادہ کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ وہ بیدار ہو۔ اور کیفیت واقعہ سن کر ان دونوں کی ہائی کا حکم دیا۔

۵۔ اس کام میں شہزادے کو اتنی دیر لگی کہ اس دن دوپہر کا کھانا قریب شام کے کھایا۔ اگر وہ صبر و تحمل کے ساتھ اس تکلیف کو گوارا نہ تو وہ لازوال خوشی جو ایک مظلوم کی داد رسی سے حاصل ہوتی کھانے اور سونے سے ہرگز نصیب نہ ہوتی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

ہم کابِ ذمی عقل پیر زال مُبادا لارِ وَاَل  
صغیر سن سن رسیدہ جاسوس تمازت داد رسی

## کچھو اور خرگوش (۴۴)

کچھے سیر و گشت خشکی میں  
اس سے ناحق الجھ پڑا خرگوش  
یا کوئی شامت اور وبال ہے یہ  
گویا اتو زبیں پہ کرتے ہو  
کیا چلے بن اٹک رہا تھا کام  
چلو پانی میں ڈوب مرنا تھا

ایک کچھوے کے آگئی جی میں  
جار ہا تھا چلا ہوا خاموش  
”میاں کچھوے“ تمہاری چال ہے یہ  
یوں قدم پھونک پھونک ہرتے ہو  
کیوں ہوئے چل کے مفت میں نام  
تم کو یہ حوصلہ نہ کرنا تھا



یہ تین و توش اور یہ رفتار  
 بولا کچھو کہ "ہوں خفا نہ حضور"  
 اگر آہستگی ہے جسم و گناہ  
 مجھ کو جو سخت و سست فرمایا  
 مجھ کو غافل مگر نہ جانئے گا  
 یوں زبانی جواب تو کیا دوں  
 تم تو ہو آفتاب! میں ذرہ  
 سن کے خرگوش نے یہ تلخ جواب  
 تو کرے میری ہمسری کا خیال  
 چیونٹی کے جومپر نکل آئے  
 اسے بیباک! بد زباں! منہ بھٹ  
 جب میں تیزی سے جست کرتا ہوں  
 گرد کو میری باد پانہ سکے  
 ریل ہوں، برق ہوں چھلدا ہوں  
 تیری میری بنے گی صحبت کیا؛  
 جس نے بھٹکتے ہوں تیر کی وتاری  
 بات کو اب زیادہ کیا دوں طول  
 ہے مناسب کہ امتحاں ہو جائے  
 الغرض اک مقام ٹھہرا کر

ایسی رفتار پر "خدا کی مار"  
 میں تو ہوں آپ معترف بہ قصور  
 تو میں خود اپنے جرم کا ہوں گواہ  
 آپ نے سب درست فرمایا  
 بندہ پرور! برا نہ مانئے گا  
 شرط بد کر چلو تو دکھلا دوں  
 پر مٹا دوں گا آپ کا غرہ  
 کہا کچھوے سے یوں زروئے عتاب  
 تیری یہ تاب! یہ سکت! یہ مجال  
 ہے یقین عنقریب اجل آئے  
 تو نے دکھی کہاں ہے دوڑھچٹ  
 شہ سواروں کو پست کرتا ہوں  
 لاکھ دوڑے مرا پتہ نہ لگے  
 بلکہ میں ریل کا بھی باوا ہوں  
 آسماں سے زمیں کو نسبت کیا  
 ایسے مزیل سے کیا بدے بازی؟  
 خیر کرتا ہوں تیری شرط قبول  
 تاکہ عیب و ہنر عیاں ہو جائے  
 ہوئے دونوں حریف گرم سفر

تیزی پھرتی سے یوں بڑھا خرگوش  
یا گرے آسمان سے اولاً  
اپنی چستی پہ آفسریں کر کے  
”فکر کیا ہے چلیں گے ستا کر“  
چلا سینے کو خاک پر گھستا  
یا بتدریج چھاؤں ڈھلتی ہے  
نہ کیا کچھ ادھر ادھر کا خیال  
کر گیا رفتہ رفتہ منزل طے  
ثمرہ غفلت کا اور کیا ہوتا  
سخت شرمندگی نے گھیرا تھا  
مست کھوے نے جیت لی بازی  
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے

بسکے وروں پہ تھا چڑھا خرگوش  
جس طرح جائے توپ کا گولا  
ایک دو کھیت چو کڑی بھر کے  
کسی گوشے میں سو گیا جا کر  
اور کچھوا غریب آہستہ  
سوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے  
یوں ہی چلتا رہا با استقلال  
کام کرتا رہا جو پے در پے  
حیف خرگوش رہ گیا سوتا  
جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا  
صبر و محنت میں ہے سرافزاری  
نہیں قیصہ یہ دل لگی کے لئے

ہے سخن اس حجاب میں روپوش

ور نہ کچھوا کہاں، کہاں خرگوش

یاد کرو تملفظ اور معنی

شَامَتْ	تُوش	عَرَّة	بادِ پَا
حَرِيف	عِبْرَت	وَبَالَ	مُعْرِف
عِتَاب	تَاوِي	تَدْرِج	حِجَاب

از  
مؤلف

## بے فائدہ کوشش

۲۵

میدان میں تھا گلہ کانگہیاں  
جو کرتی ہے مینہ سے ہم کو آگاہ  
ظاہر میں بہت قریب پایا  
ہے قوس میں اک پیالہ زر  
افسانہ تراشش کی زبانی  
ملتا ہے وہ جامِ زر وہیں سے  
چھوڑو بزد گو سفند کا غم  
سیدھا گیا تیر سا کماں پر  
امید کہ اب خزانہ پایا  
اتنی ہی کماں پرے کو سترگی  
اور ظلمتِ شب ہوئی نمودار  
حسرت زدہ۔ غم زدہ۔ پشیمان

تھی شام قریب اور دہقاں  
دیکھی اس نے کمان ناگاہ  
رنگن میں اسے عجیب پایا  
پہلے سے وہ سن چکا تھا اکثر  
مشہور بہت ہے یہ کہانی  
ملتی ہے جہاں کمان میں سے  
سوچا لوجہ جام اور بنو جم  
بیہودہ گنوار اس گماں پر  
دن گھٹنے لگا قدم بڑھایا  
جتنی کوشش زیادہ تر کی  
پنہاں ہوئی قوس آخر کار  
نا کام پھرا وہ سادہ دہقاں

یاد کرد تلفظ اور معنی

قوس افسانہ تراشش جام بزد گو سفند ظلمت

از  
میرسن دہلوی

## سیر عمارت وچمن

۲۶

کہ تھی نور میں چاندنی سے دو چند

سفید ایک دیکھی عمارت بلند

انکا شام سے صبح تک وقت نور  
 لگے آئینے قدر آدم تمام  
 تو پٹری تھی وہ ایک بلور کی  
 ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے  
 گئی چار سو اس کے پانی کی لہر  
 کچھ اک ورد دور اس سے سیدب ہی  
 چمن سا کشاداب اور ڈہد ہے  
 کہیں زرگس گل کہیں یاسمن  
 کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا  
 دماغوں کو دیتی ہراک گل کی بو  
 ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور  
 ہراک سمت واں نور کا اژدہام  
 لب نہر پر صاف جو غور کی  
 پڑے اس بن فوائے چھٹتے ہوئے  
 بنی سنگ مرمر سے جو پڑ کی نہر  
 قرینے سے گرد اس کے سرو سہی  
 ہوائے بہاری سے گل پہلے  
 چمن سے بھرا باغ گل سے چمن  
 چنبلی کہیں اور کہیں موتیا  
 خراماں صبا سخن میں چار سو  
 چمن آتش گل سے دہکا ہوا

یاد کرو تلفظ اور معنی

اژدہام قرینہ سرو سہی یاسمن خراماں صبا

۴۷ جنگل اور چاندنی رات جبرسن دہلوی

وہ براق سا ہر طرف دشت در  
 انکا نور سے چاند تاروں کا کھیت  
 خس و خوارسائے جھمکتے ہوئے  
 گرے جیسے چھپنی سے چمن چمن کے نور

وہ سنسان جنگل وہ نور قمر  
 وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت  
 درختوں کے پتے چمکتے ہوئے  
 درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور

نظر جو کہ پڑتی تھی بونی جٹری سو وہ عالم وجد میں تھی کھڑی  
درختوں سے لگ لگ کے باصبا لگی بولنے وجد میں واہ وا!

یاد کرو تلفظ اور معنی

قمر بَرّاق دشت و درّ نخس و جد

## (۲۸) جلال الدین محمد اکبر

- ۱- تیموری نسل میں اکبر بڑا نامور اور ہردلعزیز بادشاہ گزرا ہے۔ اس کا باپ ہمایوں ابن بابر اور ماں حمیدہ بیگم تھی۔
- ۲- جن دنوں ہمایوں شیر شاہ سوری سے ہزیمت پا کر ہندوستان کی مغربی حدود میں پڑا پھرتا تھا۔ اور مصیبت و صعوبت کی گھٹا اس پر چھائی ہوئی تھی، یکا یک سندھ کے ریگستان میں خوشی و خرمی کا آفتاب چمکا۔ یعنی ۹۴۹ھ میں رجب کی پانچویں تاریخ شب یکشنبہ کو حصار امرکوٹ کے اندر اکبر کی ولادت ہوئی۔
- ۳- کچھ عرصہ بعد ہمایوں قندھار کی سرحد میں داخل ہوا۔ مگر اپنے بھائی کامراں کے خوف سے مع حمیدہ بیگم اور چند رفقاء جاں نثار کے کام ناکام ایرانی عملداری میں بھاگ گیا۔ اکبر اپنی اتا اور خدام سمیت چچا کی حراست میں پڑ گیا۔ اور کابل میں پرورش پاتا رہا۔
- ۴- ہمایوں نے دو برس کے بعد شاہ ایران کی کمک سے

افغانستان کو فتح کیا۔ اس وقت ماں باپ نے اکبر کو پھر دیکھا۔ جس کی عمر اب دو سال نو مہینے آٹھ دن کی ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں کامراں کابل پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ جب ہمایوں نے محاصرہ کر کے قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا۔ تو سنگدل مرزا نے معصوم بھتیجے کو مورچہ پر لا بٹھا یا۔ جہاں گولے گولیوں کی بوجھار ہو رہی تھی۔ لیکن خدا کے فضل سے اکبر کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ البتہ ہمایوں کی توپوں کا منہ بند ہو گیا۔

۵۔ آخر کار ہمایوں نے سب خرخشوں کو مٹا کر دس برس تک صرف افغانستان پر قناعت کی۔ اس عرصے میں اکبر نے ہوش سنبھالا اور صیدانگنی دسپہ گری کے فنون میں مہارت حاصل کی۔ الا نوشت خواند سے محض بے بہرہ رہا۔

۶۔ ۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے دہلی اور آگرہ پر دوبارہ تسلط کیا۔ مگر چھ مہینے بعد کتب خانے کے زینے سے گر کر وفات پائی۔ اس وقت اکبر کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا اس کی عمر صرف تیرہ برس چار مہینے کی تھی۔ پس اس کی نوعمری کے باعث بیرم خاں مدار المہام سلطنت مقرر ہوا۔ جو پہلے سے اتالیق بھی تھا۔

۷۔ جب اکبر اٹھارہ برس کا ہو گیا۔ تو بیرم خاں کی خود رانی سے ناراض ہو کر عنان سلطنت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنی مردانگی اور فرزانیگی سے ہندوستان کے خود سر صوبوں کو مطیع و مسخر

کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ فرماں روائی کی آخر ۶۰ء  
میں وفات پائی اور آگرہ کے قریب سکندرہ میں مدفون ہوا۔

۸۔ یہ بادشاہ شکیلیہ و وجیہ بنو مند، قوی اور چست چالاک

تھا۔ اثر اوقات ہر مذہب کے علما سے صحبت رکھتا۔ خاص کر

ہندوؤں سے۔ اگرچہ محض اُمّی تھا۔ مگر اس کی گفتگو ایسی سنجیدہ تھی

کہ کسی کو اس کے اُمّی ہونے کا شبہ نہ ہوتا تھا۔ سنسکرت زبان

کو بخوبی سمجھ لیتا۔ الّا بول نہ سکتا۔ نظم و نثر کی باریکیوں کو خوب پہچانتا

۹۔ باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے نہایت منکسر

اور متواضع تھا۔ اپنے آپ کو کمترین مخلوقات جانتا اور یاد حق

سے کبھی غافل نہ رہتا۔ شب بیدار و کم خواب تھا۔ رات دن

میں ڈیڑھ پہر سے زیادہ نہ سوتا۔ سال میں نو مہینے طعام سو فیانہ

کھاتا۔ قتل حیوانات کو مطلق پسند نہ کرتا۔ چنانچہ بعض دنوں اور

مہینوں میں عام ممانعت تھی۔ صلح کل اس کا شیوہ تھا۔ ہر ملت و

مذہب کے لوگوں کو اس کے ممالک محروسہ میں آزادی تھی۔ سب

اپنے اپنے طریق پر عبادت کرتے۔ کوئی کسی کا مزاحم نہ ہوتا۔

۱۰۔ دیرو دلا اور ایسا کہ مست و سرکش ہاتھیوں پر سواری کرتا۔

جب کوئی خونری ہاتھی چھوٹتا۔ تو کسی دیوار یا درخت پر چڑھ کر اس

کی پشت پر کود پڑتا اور اس کو زیر کرتا۔ ایک بار حدود گجرات میں

بغاوت ہو گئی۔ مرزا جو اس نواح کا گورنر تھا۔ قلعہ احمد آباد میں گھر

گیا۔ یہ خبر دار الخلا فیس پہنچی تو مرزا کی ماں (چچی آنکھ) نہایت مضطرب ہوئی، اکبر کو اپنی آنکھ کی خاطر بہت عزیز تھی اسی وقت جنگ آرمودہ رفقا کی ایک قبیل جماعت فراہم کر کے فتح پور سے کوچ بول دیا، اور آندھی بجلی بن کر گجرات کی طرف اڑا۔ گھوڑے اونٹ اور گھوڑ بھل کی سواری میں دو مہینے کی راہ نودن کے اندر طے کر کے دفعتاً غنیم کے سر پر جا پہنچا۔ بعض خیر اندیشوں نے شبخون کی صلاح دی، لیکن اس کی ہمت عالی کب مانتی تھی۔ فوراً کوس جنگ بجوایا۔ اور ڈنکے کی چوٹ حملے کا حکم دیا۔ سا برمتی ندی بیچ میں حائل تھی۔ سب سے پہلے بادشاہ نے اپنا گھوڑا ڈالا۔ پھر کوس کو تاب تھی؛ جو توقف کرتا۔ غرض پار اتر کر جنگ عظیم کے بعد دشمن کو اسی روز مار بھج گایا۔ اور مرزا عزیز کو نرغہ سے چھڑایا۔

۱۱۔ تخت نشینی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک امیر مسلمی ادہم خاں نے اکبر کے رضاعی باپ (آنکھ خاں) کو حسد کے ماے عین دربار میں قتل کر ڈالا۔ اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے حریم شاہی میں جا گھسا۔ اکبر خواب راحت میں تھا۔ مستورات کے شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ فوراً کمرے سے باہر آیا۔ اور ادہم خاں کو آمادہ گستاخی دیکھ کر خالی ہاتھ آگے بڑھا۔ اور اس کے گلہ پرا یسا مٹکا لگایا کہ وہ چکر اکر گر پڑا۔ اسی دم لوگوں نے اس کی مشکبیں کس لیں۔ اور حکم شاہی کے بموجب چبوترہ سے سرنگوں گرا کر مار ڈالا۔



۱۲۔ اکبر کی طبیعت میں شجاعت و جلال کے ساتھ حمدی علم اور شفقت و مروت بھی بہت تھی۔ عفو جرائم کو دوست رکھتا نادم خطا کاروں سے ہمیشہ درگزر فرماتا۔ مغلوب دشمن پر رحم کرتا جلوس کا اول سال تھا کہ پانی پت کے میدان میں ہیمون بقال سے بڑا موکہ پڑا۔ ناگاہ ہیموں کی آنکھ میں تیرکاری لگا جس کے لگتے ہی لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ حضرت اپنے دست مبارک سے اس گردن زدنی کا کام تمام کر دیں ولیکن اکبر کی ہمت نے ایک مجبور قیدی کے خون سے تیغ شاہی کو آلودہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ محمد حسین مرزا جو گجرات کی بغاوت کا بانی تھا۔ اس وقت میدان جنگ سے گرفتار ہو کر آیا ہے۔ تو شاہی خدام سے پانی مانگا۔ کسی نے نہ دیا۔ اکبر نے یہ بات سن پائی۔ فوراً آب خاصہ طلب کیا اور اپنے جانی دشمن کی پیاس بجھائی۔

• یاد کرو تلفظ اور معنی •

مُخْدَم	آتالیق	اُمّی	ششخون	جَلالَت
خَرخَشَنہ	فَزائِگی	مُنکبِہ	گوس	عَفْو
تَسَلُّط	مُسَخَّر	مُتَوَاضِع	نَرغہ	جَرائِم
بِسَبَر	وَجیبہ	مُحَرَّوَسہ	رِضاعی	بہام
دَن زَدِنی	تَنوَمَنَد	مُزاجِم	حَرِیم	

## (۴۹) بنائے قلعہ آگرہ

۱۔ دسویں سال جلوس کے آغاز میں دارالخلافہ آگرہ کے اندر جو بمنزلہ مرکز ہندوستان ہے مصالح ملکی کے لحاظ سے ایک عالیشان قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ لودیوں کا قلعہ جو بہت پرانا ہو گیا تھا۔ ڈھا دیا گیا۔ اور اسی موقع پر نئے سنگین قلعہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ عرض دیوار تیس گز اور ارتفاع ساٹھ گز قرار پایا۔ چار دروازے رکھے گئے۔ ہر روز تین چار ہزار آدمی مہندس و معمار سنگتراش اور مزدور کام کرتے تھے۔ یہ سنگ مرخ کا قدامت فصیل و برج وغیرہ آٹھ برس کی مدت میں قاسم خاں میر بروجر کے اہتمام سے تمام ہوا۔

باد کرو لفظ اور معنی

مصالح ارتفاع مہندس فصیل برج

## (۵۰) فتح پور سیکری

قصبہ سیکری میں جو آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر سمت مغرب کو واقع ہے۔ شاہزادہ سلیم پیدا ہوا تھا اکبر نے اس مقام کو مبارک سمجھ کر دارالسلطنت بنانے کے لئے پسند کیا۔ ۹۶ھ میں حکم شاہی کے مطابق ایک عالیشان قلعہ اور

دیگر شاہی عمارتیں تیار ہونے لگیں۔ پھر تو تمام امرا اور ارکان دولت اور ہر کہ و میر نے اپنے اپنے رتبے اور حوصلے کے لائق حویلیاں بنائیں۔ کچھ مدت میں ایک عمدہ شہر بن گیا جس میں مسجدیں مدرسے، خانقاہیں، حمام، سنگین بازار باغ و چمن بہتر سے بہتر موجود تھے۔ فتح دکن کے بعد اس شہر کا نام فتح پور رکھا گیا۔ اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔

یاد کرو و متغظ اور معنی

ارکان دولت کے و میر خانقاہ

## (۱۵۱) بیرم خاں

۱۔ بیرم خاں ایک ترک تاتاری تھا۔ جب ہمایوں نے قنوج کے معرکہ میں شکست کھائی، تو بیرم سنبھل کی طرف بھاگا۔ اور راجہ مترسین زمیندار کے پاس پناہ لی۔ شیرشاہ نے جبراً بلوایا۔ بہت خاطر داری کی اور اپنی رفاقت پر مائل کیا۔ گونڈا براہہ شیرشاہ کا میطیع ہو گیا۔ مگر اپنے مصیبت زدہ آقا کی یاد میں اس کا دل بے قرار تھا۔

۲۔ برہان پور کے ڈیروں سے بیرم خاں اور ابوالقاسم حاکم گوالیار دونوں ایک کر کے بھاگ نکلے۔ اثنائے راہ میں شیرشاہ کے سفیر نے گرفتار کر لیا۔ ابوالقاسم شکل و صورت

کا اچھا تھا۔ دشمن سمجھے کہ بیرم خاں یہی ہے۔ مگر بیرم نے ازراہ جو انمردی خود کہہ دیا کہ بیرم میں ہوں۔

۳۔ ابوالقاسم کی مروت نے تقاضہ نہ کیا کہ خود بچے اور فریق کو گہ فتنار ہو جانے دے۔ بولا ”یہ میرا خدمت گار ہے، مگر بڑا وفادار ہے۔ میرے بدلے جاں نثاری کو تیار ہے اس کو کہنے دو۔ بیرم میں ہی ہوں! الغرض ابوالقاسم تو مارا گیا۔ اور بیرم وہاں سے چھوٹ کر گجرات پہنچا۔ سلطان محمود گجراتی نے ہر چند ٹھہرایا۔ مگر وہ نہ ٹھہرا۔ سیدھا ہمایوں کی طرف چلا۔

۴۔ جس وقت یہ پہنچا۔ تو ہمایوں کا ٹوٹا پھوٹا لشکر لڑائی میں مصروف تھا۔ بیرم چپ چاپ ان میں جا ملا۔ اور آگے بڑھ کر دشمنوں سے خوب لڑا۔ لوگوں کو حیرت تھی یہ کون ہے؟ جب معنوم ہوا کہ بیرم ہے۔ تو سارے لشکر میں ایک شور مچ گیا، اور ہمایوں کو اس کے آجانے سے بڑی مسرت ہوئی۔

۵۔ آخر الامر ہمایوں کے ساتھ ساتھ ایران پہنچا۔ شاہ ایران نے اس کو ”خانی“ کا خطاب دیا۔ بیرم بڑا جنگ جو سپاہی نہ تھا۔ بلکہ اچھا شاعر اور انتظام ممالک سے خوب ماہر تھا۔ اسی کی دانشمندی اور جو انمردی سے ہمایوں کو ہند کی سلطنت دوبارہ نصیب ہوئی۔

۶۔ جب اکبر تخت نشین ہوا تو بیرم خاں کو (خان بابا) کا خطاب دیا۔ مگر اس کی سخت گیری، تند مزاجی اور نخوت سے سب درباری تنگ آگئے تھے۔ انھوں نے اکبر کو سمجھا بھجا کر اس کے سب اختیارات چھنوا دیئے۔ پھر تو اس نے علانیہ بغاوت کی مگر زک پائی۔ اور عفو تقصیر کے بعد حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ گجرات میں پہنچ کر ایک دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا۔

یاد کرو تلیفظ اور معنی

سَفِيْہٌ تَقَاضًا نَخُوْتٌ عَلَانِيَةً بَغَاوْتٌ

ابوالفضل (۵۲)

۱۔ اکبر کے مشیروں میں ابوالفضل بڑا عالم زبردست منشی اور عالی دماغ مورخ تھا۔ بادشاہ کا وزیر اعظم بھی تھا اور سپہ سالار بھی۔ وہ دکن کی ہم سے تھوڑی سی فوج کے ساتھ واپس آ رہا تھا۔ شاہزادہ سلیم کے اشارہ سے ایک بندہ بلکھنڈی راجہ نے یکایک حملہ کیا۔ ہمراہی پریشان ہو گئے۔ مگر ابوالفضل نے بھاگنے کو عار سمجھا اور سپاہیانہ طور سے میدان جنگ میں لڑ کر مارا گیا۔

۲۔ اس کی تصنیفات سے تاریخ اکبر نامہ ہے جس میں

چغتائی خاندان کے کل بادشاہوں کا حال مجمل اور اکبری عہد کے واقعات مفصل لکھے ہیں۔ آئین اکبری میں سلطنت کے ہر صیغہ کا حال اور ہر قسم کے انتظامات کی کیفیت بھی تفصیل وار درج کی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی •

مجمل

عاز

مشیر

فیضی

(۵۳)

۱۔ ابوالفیض فیضی۔ ابوالفضل کا بڑا بھائی اور اکبر کا مشیر۔ ایک نامور شاعر اور جید عالم تھا۔ سنسکرت کے علم ادب میں بڑی لیاقت حاصل کی تھی۔ اور اس زبان کی چند مشہور کتابوں کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا۔

۲۔ اکبر گونا خواندہ تھا۔ مگر وہ علم و کمال کا بڑا شایق تھا چنانچہ ایک سررشتہ سنسکرت سے ترجمہ کرنے کا قائم کیا جس کا ہمتم فیضی تھا۔

۳۔ جب فیضی نے رحلت کی ہے تو اس کے ذاتی کتب خانہ کی فہرست مرتب کی گئی۔ مختلف علوم و فنون کی چار ہزار ساٹھ کتابیں نکلیں۔ جن کو اس نے خود صحیح کیا تھا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

ترجمہ

علم ادب

جید

## راجہ ٹوڈر مل (۵۴)

- ۱۔ راجہ ٹوڈر مل بھی دربارِ اکبری کا رکنِ اعظم تھا۔ وہ قوم کھتری کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔ عہدِ طفولیت ہی میں یتیمی کی مصیبت بڑی۔ بیوہ مفلس ماں نے بہت سختیاں جھیل کر اس کو پرورش کیا۔
- ۲۔ جوان ہو کر محرانِ شاہی کے زمرے میں داخل ہوا۔ حساب کتاب میں نہایت ہوشیار بلکہ گنجانہ روزگار تھا۔ حسنِ لیاقت اور کاردانی و کارگزاری کی بدولت روز افزوں ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ شاہی وزارت کا رتبہ اور سپہ سالاری کا منصب پایا۔
- ۳۔ کل ممالکِ محروسہ کی پیمائش اسی کے اہتمام و انتظام سے ہوئی۔ صوبوں کی حد بندی اور جمع کا کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ وہ سالہ بندوبست اسی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔
- ۴۔ وہ محض منشی اور محاسب ہی نہ تھا بلکہ نہایت دلاور سپاہی اور مردِ میدان بھی تھا۔ بنگال، بہار اور گجرات کی فتوحات میں اس نے بڑے بڑے کام کئے۔

۵۔ وہ اپنے مذہبی مراسم کا بڑا پابند تھا۔ اکبر کئی بار جھنجھلا یا بھی لیکن اس نے اپنے معمول میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ بمقامِ لاہور بیمار ہو کر راہی ملکِ عدم ہوا۔ — یاد کرو تلفظ اور معنی۔ —

رکنِ اعظمِ طفولیتِ زمرہ روز افزوں مراسم

## (۵۵) راجہ بیربل

۱۔ یہ راجہ اکبر کا بڑا جلیس و انیس اور ہمد و ہمنشین تھا ہندی زبان کا عمدہ شاعر۔ نہایت خوش مزاج۔ بڑا حاضر جواب تیز طبع اور لطیف و ظریف آدمی تھا۔ اس کے سیکڑوں لطیفے اب تک زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ فیاضی و سخاوت میں بھی بے مثل و بے نظیر تھا۔

۲۔ قوم یوسف زئی کے مقابلے میں لشکر لے کر گیا تھا۔ ایک درہ میں گھر کر سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ راجہ بھی وہیں کام آیا۔ اکبر نے اس کے مرنے کا بڑا غم و الم کیا۔ اس دن سے بادشاہ کی بزمِ عیش بھی پھینکی پڑ گئی۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ لطفِ صحبت تو بیربل کے ساتھ رخصت ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

جلیسِ انیسِ ہمدِ ظریفِ زبانِ زد

از۔ مؤلف

ترکِ تکبر

۵۶

پہاڑی گھاٹیوں میں چم گیا شور  
کہ تھا سنگِ گراں پر ہول طاری  
بہم کرا دیئے پتھر سے پتھر  
پڑا جو سامنے اس کو نہ چھوڑا

بلندی سے چلا سیلاب چر زور  
ہوا اس تیزی و تندگی سے جاری  
شجر تو کیا اٹھاتے اس کی ٹکڑے  
غرض ڈھایا بہایا، اور توڑا



چلا وادی کی جانب موج در موج  
 اسی زمرہ میں اک لکڑی بھی بہتی  
 "میں راہ در سیم منزل سے ہوں گاہ  
 اشاروں پر مرے چلتا ہے پانی  
 مرے دم سے رواں یہ کارواں ہے  
 قضا را موج نے پلٹا جو کھایا  
 کہا جھنجھلا کے "اوگستاخ! مزور  
 کہ میں ہی بدرقہ ہوں رہنا ہوں  
 مجھے اوبے ادب! کیوں تو نے چھپڑا  
 رکوں گی میں تو رک جائے گا دریا  
 کہا "ساحل سے کر تو عرض احوال  
 کہی لکڑی نے ساحل سے وہی بات  
 ہزاروں مدعی آگے بھی آئے  
 گیا سالم نہ کوئی اس بھنور سے  
 ہنٹے یاں غرق لاکھوں تجھ سے فرعون  
 مگر دریا کی باقی ہے وہی آن  
 نہیں دریا کی موآجی میں کچھ فرق

جلو میں تھی خس خاشاک کی فوج  
 چلی جاتی تھی اور یوں ل میں کہتی  
 یہ سارا قافلہ ہے میرے ہمراہ  
 ہے میرے بس میں دریا کی روانی  
 مرا مانع ہے جو کوئی یہاں ہے "  
 تو اک پتھر نے لکڑی کو دبایا  
 مرے دامن سے اپنا ہاتھ رکھ دو  
 امیر بجر ہوں اور ناخدا ہوں  
 جو میں ڈوبی تو بس ڈوبا یہ بیڑا  
 کرٹھے گا اور پچھتائے گا دریا،  
 کہ اس جرگہ میں ہے پیر کہن سال،  
 تو ساحل نے صدایوں دی کہ تہہات  
 بہت جوش و خروش اپنے دکھائے  
 ہی دیکھا کیا ہوں، عمر بھر سے  
 نہ پوچھا پھر کسی نے یہ کہ تھے کون؟  
 وہی رونق وہی حکمت وہی شان  
 لے کیا غم ترے کوئی کہ ہو غرق

یا ذرۃ لطف ظاری جلو  
 اور معنی ا وادی خاشاک  
 بدرقہ کہن سال سالم  
 جرگہ تہہات مدعی

## سرسکشی کا ثمرہ (۵۶)

۱۔ ایک روز بدن کے تمام اعضاء متعلق ہو کر معدے کا گلہ کرنے لگے کہ ”ہم کماتے کماتے تھکے جاتے ہیں اور یہ نیکھو معدہ مفت میں ہماری کمائی ہضم کر جاتا ہے یہ آخر سب نے اس کی اطاعت سے سرکشی کی۔ پاؤں نے رفتار ہاتھوں نے کاروبار ترک کیا۔ آنکھوں نے بصارت سے آنکھ چرائی کان سماعت سے بے بہرہ ہو گئے۔ ناک نے سونگھنا۔ زبان نے چکھنا چھوڑ لیا۔

۲۔ جب اعضا کی ناسرمانی اس حد کو پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا۔ تو غریب معدہ کو غذا کہاں سے میسر ہوتی؟ کچھ عرصے تک بے آب و دانہ صبر کئے پڑا رہا۔ آخر کار ہر ایک عضو کو ایندھا پہنچی۔ اور ان کی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کھنڈ افسوس ملنے اور پاؤں ایڑیاں رگڑنے لگے۔ آنکھوں نے رونا جھیکنا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضعف کے سن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک میں دم آ گیا۔ زبان کا بولنا بند ہو گیا۔

۳۔ معدے نے کہا ”او میرے مددگارو! اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمہاری محنت و مشقت کی بدولت مجھ کو پہنچتا تھا۔ وہ رائیگاں نہیں جاتا تھا۔ بلکہ خود تمہارے ہی صرف میں آتا تھا۔ جو غذا تم مجھ

کو حوالے کرتے تھے میں اس کو مضم کرنا اور جو خون اس سے پیدا ہوتا وہ رگوں کے وسیلے سے کل اعضا میں حصہ رسد تقسیم ہو جاتا تھا۔ اسی سے تمہاری سب کی پرورش ہوتی تھی۔“

۴۔ جب کہ اعضا نے اپنی حماقت اور سرکشی کا نتیجہ ضا صان دیکھ لیا۔ تو بہت نادم و خجل ہوئے۔ اور تو بہ کی کہ ”آئندہ ایسی خطا نہ کریں گے“

اسی طرح جو نادان اپنے مرتبوں اور آقاؤں کی اطاعت و خدمت کو جبر سمجھتے ہیں۔ وہ انجام کار ایذا پاتے ہیں۔ اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

یاد کرو تملفظ اور معنی

مستفیق سماعت بصارت رائیگاں مرنی رنجل

## قناعت (۵۸)

- ۱۔ مال و متاع کی خواہش کو اتنا مختصر کرنا کہ جب بقدر کافی میسر آجائے تو دل میں اضطراب باقی نہ رہے۔ یہ وصف قناعت کہلاتا ہے۔ لیکن قدر کافی کی کوئی حد معین نہیں۔ اس کا فیصلہ ہر شخص کو اپنی حالت و حیثیت کے مطابق کرنا چاہیے۔
- ۲۔ جو مقدار خوراک ایک شخص کی سیری کے لئے کافی ہے ممکن

ہے کہ دوسرے کی اشتها کو پورا نہ کر سکے جو معاش ایک مجرد آدمی کے لئے بس ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ وہ ایک عیال دار کے واسطے بھی کافی ہو۔ اسی طرح عادت کے لحاظ سے بھی انسان کی ضرورتیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ لیکن عادت کے ہاتھوں یک جانا یہ خود اپنا تصور ہے اگر انسان چاہے تو ان میں تبدیلی اور اصلاح کر سکتا ہے۔

۳۔ غرض خواہشوں کا حدود کرنا یا یوں سمجھو کہ فضول حاجتوں سے آزادی حاصل کرنا قناعت ہے۔ اور قناعت کا نتیجہ اطمینان خوشی۔ رضامندی اور شکر گزاری ہے۔ شروع میں قناعت مصیبت کی دھمکی دیتی ہے۔ لیکن انجام کار وہ امن و عافیت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

۴۔ حرص و طمع اول عیش طرب کی امید دلاتی ہے۔ مگر آخر میں تشویش۔ تردد اور ہیشمانی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ زمانے کا گلہ۔ قسمت کے شکوے اور خدا کی ناشکری سکھاتی ہے۔

۵۔ دولت بغیر قناعت کے محتاجی کو دور نہیں کر سکتی۔ مگر قناعت بغیر دولت کے آدمی کو تو نگر بنا دیتی ہے۔ دولت اکثر بے جا خواہشوں کو ابھارتی ہے۔ قناعت ہمیشہ ان کی زینح کنی کرتی ہے۔ پس قناعت کو جو گنج دولت سے تشبیہ دیتے ہیں تو یہ کوئی شاعرانہ خیال نہیں بلکہ واقعی بات ہے۔

۶۔ خبردار! تم اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوش حال آدمیوں کی حالت سے نہ کیا کرو۔ یہی مقابلہ تمہارے دل میں لوکھ لالچ کی آگ کو بھڑکاتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ ہمیشہ آپ سے کمتر لوگوں کے حال پر نظر کرو۔ تاکہ تمہارے دل میں قناعت پیدا ہو۔

۷۔ کاہلی اور قناعت میں ظاہر اُمسائہت معلوم ہوتی ہے لیکن غور اور تمیز کرنے سے ان کا تفاوت صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ قناعت واجبی کوششوں سے کبھی نہیں رکتی۔ اور ناروا خواہشوں کے پاس نہیں پھٹکتی۔ کاہلی واجبی محنت و مشقت سے جی چراتی ناجائز رغبتیں پیدا کرتی۔ خیالات کو پست اور ہمت کو مست بنا دیتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

تَشْوِيش	تَوَانُكْر	طَرَب	مَجْرَد	مَتَبَاع
نَارَوَا	تَفَاوُت	مَحْدُوْد	سِيْرِي	بَيْعِ كُنِي

## ۵۹) بیلون یا غبارہ

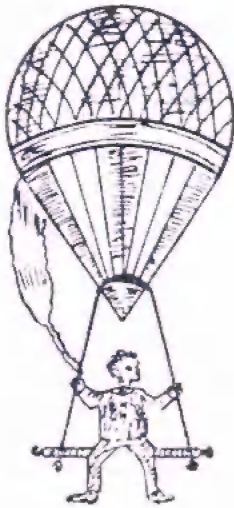
۱۔ اگر ایک پُر روعن کپتے کو ڈاٹ لگا کر تہہ آب میں غرق کر دیں تو وہ از خود اوپر کو اٹھتا چلا آتا ہے۔ حال یہ ہے کہ اتنے ہی قدر قناعت کا پانی جتنا کہ کپتا ہے۔ بہ نسبت اس وزن کے جو تیل اور کپتے کا ہے زیادہ وزنی ہے اور یہ قدر ترقی و تانوں

ہے کہ سیال چیزیں ہلکی شے کو اوپر اچھال دیتی ہیں۔

۲۔ اسی قاعدے کے مطابق آتش بازی کا برج ہوا میں بلند ہو کر رات کے وقت مثل ستارہ یا متحرک انگارہ کے نظر آتا ہے۔ غالباً یہ تماشا کسی شادی کی تقریب میں تمہاری منظر سے گذرا ہوگا۔

۳۔ اسی طرح بیلون یا غبارہ اڑاتے ہیں جو کئی میل تک ہوا میں صعود کرتا ہے۔ وہ ایک ہلکا تھیلا باریک ریشمی پارچے کا ہوتا ہے جس پر روغن اس لئے کر دیتے ہیں کہ اس کے مسامات سے ہوا نہ گذر سکے۔ جب اس ریشمی کیسے میں ہائیڈروجن گیس بھرتے ہیں تو وہ پھول کر ایک کرہ یا بیضہ کی شکل کا ہو جاتا ہے۔ ہائیڈروجن ایک قسم کی ہوا ہے۔ کہ اس معمولی ہوا سے وزن میں چودہ گنی خفیف ہے۔

۴۔ غبارہ کا ڈھانچہ حساب کی رو سے اتنا وسیع رکھتے ہیں کہ ڈھانچہ اور جو شخص اس میں سوار ہو۔ اور جتنی مقدار ہائیڈروجن کی اس کے اندر سما جائے۔ ان تینوں کا مجموعی وزن اتنی ہی قد و قامت کی عام ہوا کے وزن سے کم ہو۔ اس انداز سے تیار کر کے جب اس کی ڈوری چھوڑتے ہیں تو وہ اپنے راکب سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا اور ہوا کے رخ چلتا ہے۔



۵۔ اس فن کے ماہرین نے  
ایسی ترکیب بھی نکال لی ہے  
کہ اس کے زور کو کم و بیش  
کر سکیں اور جہاں چاہیں اتر  
سکیں۔ لیکن ابھی اتنا قابو نہیں  
پایا کہ اس کو عام سواری کی  
طرح کام میں لاسکیں۔ ممکن ہے  
کہ غبارہ کی صنعت کسی زمانہ میں  
اتنی ترقی پکڑ جائے کہ انسان اس

کی وساطت سے ہوا پر سفر کر کے بے خوف و خطر منزل مقصود کو پہنچ  
سکے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

سَيَالٌ خَفِيفٌ تَقْرِيبٌ رَّاكِبٌ صَعُوْدٌ بَيْضَةٌ

(۶۰)

کوئن و کوربہ

از نظام الدین میرٹھ

خوشی اک مشغلہ ہورات دن کا ۱ شمار افروز ہوا سکے سال وسن کا

| خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |

ہے جشن اس کی شہنشاہی میں ہر جا ۱ سکھی ہیں آج راجا اور پر جا

| خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |

ور نیا کے ہر خطہ میں نامی ۱ غریبوں اور مسکینوں کی حامی

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 رعایا تن، کوئن اس تن کی جاں ہے | خدا کی خلق پر وہ مہرباں ہے  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 دعا گو اس کا پورا بے پچھاں بھی | فرنگستان بھی ہندوستان بھی  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 رہے زندہ کوئن بادولت و بخت | رہے محفوظ اسکا تاج اور تخت  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 ہیں اکثر ساکنان رُبع مسکوں | کوئن کے عہد میں ماموں مصوں  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 ہے اس کا مالک راحت کا ٹھکانا | زمانہ اس کا بے طرفہ زمانہ  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 سبھی احسان اسکا مانتے ہیں | اسے پیارا شہنشاہ جانتے ہیں  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 ہیں اس کے عہد میں نسان بڑھتے | نہال تازہ ہیں پروان چڑھتے  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 سمندر، شہر جنگل اور پر پت | سبھی گلزار ہیں اس کی بدولت  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |  
 نظام الدین کی ہے التجا یہ | نکلتی ہے تہ دل سے دعا یہ  
 خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |



• یاد کر ڈتلفظ اور معنی •

مَشْفَلْدُ أَفْرُونَ كَامِيْنَ رُبْعِ مَسْكُوْنَ مَصْوَئِ نَهْجَالِ

## (۶۱) زَرَاعَتُ

### ۱۔ زَرَاعَتُ اور اقسامِ زَرَاعَتُ

۱۔ بتاؤ! زراعت کسے کہتے ہیں؟ زمین کو جوت بو کر اس سے ہر قسم کی پیداوار حاصل کرنا زراعت ہے۔ لیکن زراعت کا ایک بڑا جزو اور بھی ہے۔ وہ کیا؟ جانوروں کا پالنا۔ ان کے لئے چارہ بونا۔ اچھی طرح کھلانا۔ اور ان کو خبرداری سے رکھنا۔

۲۔ زراعت کرنے والے کو کون کون سے جانور پالنے مناسب ہیں؟ کم سے کم گائیں۔ بھینسیں۔ بکریاں۔ گھوڑیاں ان کے علاوہ چند قسم کے گھریلو پرندے بھی پالنے چاہئیں۔

۳۔ کاشتکاری اور گلہ بانی۔ یہ دو زراعت کے بڑے فن ہیں۔ فن کاشتکاری سے ہم کو سب قسم کے مفید پودوں کا بونا اور پرورش کرنا آتا ہے۔

فن گلہ بانی سے جانوروں کا پالنا اور ان کی نسل بڑھانا آتا ہے۔

۴۔ کاشتکاری بھی دو طرح کی ہے۔ کسانوں اور باغبانوں کی۔

تو کھیتی کو کہتے ہیں جو بڑے بڑے رقبے کے کھیتوں میں کم محنت اور کم خرچ سے کی جاتی ہے۔ سب قسم کے غلے جن کو ہم کھاتے ہیں تہن کی اجناس جن سے تیل نکالتے ہیں۔ ریشہ دار پودے جیسے کپاس اور سن، ان کے سوا اور کارآمد چیزیں جیسے ایکھ (اوکھ) نیل تمباکو پیدا کرنا خاص کر کسانوں کے کام ہیں۔

۵۔ باغبانی - باغ کے کاموں کو کہتے ہیں۔ جن میں کسانوں کی نسبت محنت اور خرچہ زیادہ درکار ہے۔ باغبانی میں ایک تو پھیمانہ ہے۔ جس میں آلو۔ پونڈا۔ گوبھی وغیرہ قیمتی اجناس بونی جاتی ہیں۔ دوسری باڑی ہے۔ جس میں خر بوزہ۔ تر بوزہ۔ لوکی۔ ترئی اور قسم قسم کی ترکاریاں، چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے گرد اگر دٹھیاں یا لکڑیاں گاڑ کر یعنی پاڑ بنا کر بوتے ہیں۔

تیسرے پھلواری ہے جن میں پھولوں اور پھلوں کے درخت انواع و اقسام کے لگائے جاتے ہیں۔

نوٹ :- جانوروں کا پالنا بھی زراعت کا اصلی جزو ہے۔ ان سے دودھ ملتا ہے جس سے گھی اور مکھن بناتے ہیں۔ اُون بلتی ہے اور سب سے زیادہ قیمتی اہل زراعت کے لئے کھاد ہے جو مفت بلتی ہے۔ عمدہ بھڑے روکن (گھاتے میں) ہاتھ لگتے ہیں۔ بقول شخصے :-

”آم کے آم گٹھلیوں کے دام“

## (۲) زمین اور اقسام زمین

۱۔ یہ تو تم کو معلوم ہو گا کہ زمین اور مٹی ایک ہی چیز ہے، مگر یہ بتائیے کہ مٹی اصل میں ہے کیا چیز؟ سنو! مٹی پتھروں کا مہین چورا ہے۔ پتھر تو تم نے دیکھا ہی ہے جن کی سلیں اور چکیاں بناتے ہیں۔ عمارت میں لگاتے ہیں۔ انھیں پتھروں کے گھسنے ٹوٹنے اور ریزہ ریزہ ہونے سے مٹی بنتی ہے۔

۲۔ پتھر ہم نے دیکھا تو ہے مگر یہ فرمائیے کہ پتھر جیسی سخت چیز کیوں کر گھستی، ٹوٹی اور چور چور ہو جاتی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ پتھر سخت چیز ہے۔ مگر حرارت پانی اور ہوا کی قوتیں ایسی زبردست ہیں کہ پتھروں کو رگڑ رگڑا کر مٹی بنا دیتی ہیں۔ یہ ہی قوتیں مٹیوں کو مہین و ملائم کر کے رُس پر لاتی ہیں۔

۳۔ تو کیا مٹی اور پتھر دونوں ایک ہی چیز ہیں؟ تم خود دیکھ لو جو اجزا پتھر کے وہی مٹی کے۔ رتی بھر فرق نہیں۔ مثلاً ایک چیز بالو ہے۔ جو دریاؤں کے کنارے بکثرت ہوتی ہے۔ چھوٹے میں بھڑ بھڑی اور دانہ دار معلوم ہوگی۔ دوسری چیز چکنی مٹی ہے۔ جو چھوٹے میں ملائم اور بھینگنے کے بعد لیس دار معلوم ہوگی۔ تم اس کی آزمائش اس طرح کرو۔ پتھر کو خوب مہین پیسو اور پانی میں ڈال کر دیر تک چلاتے رہو۔ پھر چھوڑ دو۔ جب پانی ٹھہر جائے تو میلا

پانی زمین پر ڈالو یا پانی خشک ہونے کے بعد جو شے زمین پر جم گئی وہ کیا ہے؟ یہ ہی چکنی مٹی ہے چھو کر دیکھ لو۔ چکنی بھی ملائم بھی لسن دار بھی۔ اب جو چیز برتن میں رہ گئی وہ بالو ہے دیکھ لو۔ ایسا ہی بھر بھرا اور دانہ دار۔ اسی طرح مٹی کو گھول کر دیکھو اس میں بھی چکنی اور بالو دونوں نکلیں گی۔ اس وقت تم کو یقین آجائے گا کہ پتھر اور مٹی ایک ہی چیز ہے۔

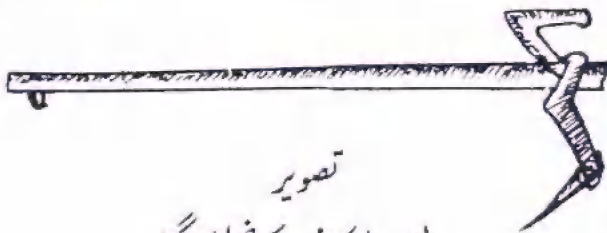
۴۔ مٹی اور پتھر دونوں میں چکنی مٹی اور بالو کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ جیسے چونا، لوہا وغیرہ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جس مٹی میں بالو زیادہ ہوتی ہے اس کو بلوایا بھوڑ کہتے ہیں۔ جس میں چکنی مٹی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو چکنوٹ یا مٹیاء

نوٹ :- حرارت پانی اور ہوا قدرتی تو ہیں کہلاتی ہیں۔ ان کے اثر سے پتھر اور مٹیوں کی حیثیت بدلتی اور ان کی ترکیب میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کے اجزاء مرکب ہو کر متبل حل ہو جاتے ہیں۔ اصل میں مٹیوں بالو، چکنی، چونا اور سڑے ہوئے حیوانی و نباتاتی مادے ہیں۔ مگر یہ سب چیزیں اصلی حالت اور خالص صورت میں زراعت کے لئے بیکار ہیں۔ کیونکہ ان پر کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ سب اور کئی چیزیں جب آپس میں ملتی ہیں تو وہ مٹی بنتی ہیں۔ جس کو کھنار یا مزد مٹی کہتے ہیں۔ کھنار مٹیوں میں درمٹ مٹیاء اچھی ہیں۔

کہتے ہیں۔ جس مٹی میں آدھی بالو اور آدھی چکنی مٹی ہو اس کو رومٹ کہتے ہیں۔ زراعت کے لئے دو مٹا مٹیاں بہت اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہیں۔ اس سے اتر کر مٹی ا رہے۔ لیکن بلو مٹیاں اونے درجہ کی ہوتی ہیں۔

### ۳۔ ہل کے پرنے اور ان کے نام

۱۔ ہل تو تم نے دیکھا ہی ہے جس سے کھیت جوتے ہیں۔ اب تم ہل کے تمام پرزوں کو دیکھو۔ اور ان کے نام یاد کر لو۔



تصویر

(دیسی ہل کا پنور کے ضلع کانگرہ)

(۱) یہ لوہے کی نوکدار سلاخ پھار کہلاتی ہے۔

(۲) یہ لکڑی کا پرزہ گاؤدوم سا جس پر پھار جڑی ہے۔  
پرہاری کہلاتا ہے۔

(۳) اس درمیانی پرزے کو جس میں پرہاری ٹھوکی ہے  
کرٹھا کہتے ہیں۔

(۴) یہ کھڑی لکڑی جو کرٹھے سے جڑی ہوئی ہے۔ اس کا

نام پر تھکا ہے۔

(۵) یہ لکڑی کی کھونٹی جو پریتھے کے اوپری سرے کے قریب لگی ہوتی ہے۔ مٹھیا ہے۔

(۶) یہ لمبی لکڑی جس کا ایک سر اکڑھے میں ٹھوکا ہوا ہے ہریس کہلاتی ہے۔

(۷) اس لکڑی کی کھونٹی کو جو ہریس کے باہری سرے کے پاس لگی ہے۔ ہریسی بولتے ہیں۔

(۸) یہ لکڑی کے ٹکڑے جو کڑھے کے چھید میں ہریس کے اوپر اور نیچے لگے ہوئے ہیں۔ ان کو پاٹ یا پانیٹ کہتے ہیں۔

۹۔ ہل لوہے کے بھی بنائے جاتے ہیں۔ مگر ان میں ایک پُرزہ اور ہونا ہے جس کو سینہ کہتے ہیں۔ ان آہنی ہلوں سے کھیت کی جوتائی بہت گہری ہوتی ہے جس قدر مٹی اکھڑتی ہے وہ

نوٹ :- ہل وہی اچھا ہے جس سے جوتائی کیساں بھی ہو۔ جلد بھی ہو۔ گہری بھی ہو اور اکھڑی ہوئی مٹی پلٹ بھی جائے تاکہ زیادہ حصہ کھیت کی مٹی کا ہو اور دھوپ میں آجائے۔ ترقی دادہ ہل کی ایک جوتائی ایسے ہل کی تین جوتائیوں کے برابر ہوتی ہے اور وہ اوسط درجے کے ہیلوں سے اچھی طرح چس سکتا ہے۔ مضبوطی بھی ہے۔ قیمت بھی بہت نہیں ہے اور کام بھی بہت زیادہ اچھا دیتا ہے۔

ہل کے سینہ پر آتی اور آپ ہی آپ پلٹ بھی جاتی ہے۔ یہ اس طرح نیچے کی مٹی الٹ کر ہوا اور دھوپ میں آجاتی ہے یہ ترقی دادہ ہل کہلاتا ہے۔ غرض ہل وہی اچھا ہے، جو کھیت کو گہرا جوتے اور اکھڑی ہوئی مٹی کو لوٹ بھی دے۔

## ۴۔ جوتائی اور میاتی

۱۔ کھیتوں کی جوتائی کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کرتے ہیں کہ کھیت کی جہی ہوئی مٹی اکھڑ کر اور ٹوٹ کر دھوپ اور ہوا میں آجائے۔ کھیت کی اکھڑی اور ٹوٹی ہوئی مٹی کو دھوپ اور ہوا میں لانے سے فائدہ ہے؛ ہاں یہ فائدہ ہے کہ کھدی ہوئی مٹی دھوپ میں اور ہوا میں رہنے سے مہین ہو کر پھولتی اور نرم ہوتی ہے۔

۲۔ یاد رکھو! کھیت کی مٹی جس قدر زیادہ گہری جوتی ہوگی اور ٹوٹ کر زیادہ مہین ہوگی۔ اسی قدر پودے کی جڑیں زمین کے اندر زیادہ دور تک جائیں گی اور پھیلیں گی۔ اس صورت میں جڑوں کو زیادہ مٹی سے غذا حاصل ہوگی۔ اور وہ تری اور ٹھنڈک میں بھی رہیں گی۔ جب وہ ٹھنڈک میں رہیں گی تو گرمی اور ہوائی خشکی سے پودے جلدی سوکھنے اور مرنے نہ پائیں گے۔

۳۔ کھیت کو سِراون سے کیوں میاتے ہیں؟ ہل کے چلانے سے جو ڈھیلے اکھڑ آتے ہیں وہ سِراون کے رگڑے سے ٹوٹتے ہیں اور مٹی باریک ہو جاتی ہے۔ سِراون سے مٹی برابر ہو کر کھیت چورس ہو جاتا ہے اور دب جانے سے مٹی جلد سوکھنے نہیں پاتی بلکہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے رس پر آجاتی ہے۔ رس پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ پودوں کی غذا جو مٹی میں ہوتی ہے وہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے ترکیب پائے۔ نمک یا شکر کی طرح زمین کی آل (رطوبت) میں گھل کر اس قابل ہو جائے کہ پودوں کے کام آئے۔ کیوں کہ پودے کی جڑیں زمین سے صرف وہی چیزیں لے سکتی ہیں جو زمین کی آل میں گھلی ملی ہوں۔

نوٹ:- پودے کی غذا مٹی کے اندر اکثر ناپید حالت میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ پودے جن کی جڑیں نازک ہیں۔ جیسے اناج کے پودے۔ ایسی حالت میں اپنی غذا مٹی سے نہیں لے سکتے۔ مٹی میں پودے کی غذا گرمی ہوا اور پانی کے اثر سے تیار ہوتی ہے تو کھیت کی مٹی کو اکھیڑ کر ہوا اور دھوپ میں لانے کی ضرورت ہے۔ ایسی ضرورت کے پورا کرنے کو جوتائی کہتے ہیں۔ کھیت کی مٹی جس قدر گہری اکھڑے گی اور ٹوٹ کر مہین دلائم ہوگی۔ اور لوٹ کر ہوا اور دھوپ میں آئے گی۔ اسی قدر پودے کی غذا (کھاد) زیادہ مقدار میں تیار ہوگی۔



۴۔ یاد رکھو! کھیت کی جوتائی میسائی صرف اس غرض سے کی جاتی ہے کہ کھیت کی مٹی میں جو پودے کی خوراک موجود ہے وہ زمین کی آل میں گھل مل جانے کے قابل ہو جائے۔

## ۵۔ کھاد اور کھاد کا بنانا

۱۔ کھاد (کھات) کیا چیز ہے؟ ”کھاد پودے کی غذا ہے جو زمین میں ہوتی ہے۔ اس کو پودے اپنی جڑوں کے وسیلے سے پانی کے ساتھ لیتے ہیں“ یہ تو بتائیے! پودوں کی کھاد زمین کو کہاں سے ملتی ہے؟ ”زمین کو نباتات سے حیوانات سے اور معدنیات سے ملتی ہے“

۲۔ نباتات کس کو کہتے ہیں اور نباتات کی کھاد کیوں کہتی ہے ”چھوٹے بڑے بیڑوں کو نبات یا نباتات کہتے ہیں۔ یہ مرکز اور سٹر کر کھاد بنتے ہیں۔ اور زمین میں ملتے رہتے ہیں۔ اس کو کھاد کہتے ہیں۔ نباتی کھاد اس طرح بناتے ہیں کہ کوڑا پتیاں یا پودے کھتے میں بھر کر بند کر دیتے ہیں۔ نو دس مہینے میں وہ گل سٹر کر کھاد ہو جاتے ہیں۔ اس کھاد کو کھتے سے نکال کر کھیت میں برابر پھیلاتے ہیں اور بل سے جوت کر مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ تلہن کی کھلیان بہت زور دار کھادیں ہیں۔ کھیت میں پھلی دار جنس جیسے نیل یا سنئی یا کھرتی (گوار) کو جو سب سے بہتر ہے بولیں۔

جب پھولنے پر آئے تو جوت کر اس کو زمین میں ملا دیں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جائے گی۔ ایسی کھاد کو سبز کھاد کہتے ہیں۔ یہ بہت ارزاں اور آسان ہے۔

۳۔ حیوانات۔ کس کو کہتے ہیں؟ اور حیوانات سے کھاد کیونکر بنتی ہے۔ کیرے، مکوڑے اور سب قسم کے جانور حیوان یا حیوانات کہلاتے ہیں۔ جانوروں کے مردے اور فضلے سڑ کر اور کھاد بن کر زمین میں ملتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی کھاد کو حیوانی کھاد کہتے ہیں۔

حیوانی کھاد بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ مردہ جانور یا ان کے فضلے جیسے گوبر، مینگنی، بیٹ اور پیشاب اور ان کے اجزائے سینگ

نوٹ:- جب کھاد سڑتی ہے تو اس پر سے ایک بودار ہوا نکلتی ہے۔ اس کو امونیا "نوشادر" کی روح" کہتے ہیں۔ پودے کی خوراک میں یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پودے کی غذا تیار نہیں ہو سکتی جب کھاد ہوا میں کھلی ہوئی سڑتی ہے تو یہ ضروری چیز نکل کر ہوا میں مل جاتی ہے اور کھاد چھوک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کھاد پر پانی برستا ہے اور اس میں سے اس کر بہتا ہے تو اسکے ساتھ گل مل کر بہت سی کارآمد چیزیں بہ جاتی ہیں۔ اور کھاد بے انس رہ جاتی ہے۔ اس وجہ سے کھاد کو کھتوں میں بند کر کے سڑانا، اور کھتوں کو سائے میں رکھنا ضروری ہے۔

کھر۔ بال۔ کھاں اور ہڈیاں کھتوں میں بند کر کے کھا دبناتے ہیں۔  
 حیوانی کھا دیں نباتی کھا دوں کی نسبت بہت زیادہ زور دار ہوتی  
 ہیں۔

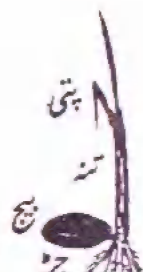
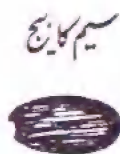
۴۔ معدنیات کس کو کہتے ہیں اور اس کی کھا دیں کیوں کر بناتے ہیں؟  
 جو چیزیں زمین سے نکالی جاتی ہیں۔ وہ معدنی یا معدنیات کہلاتی  
 ہیں جیسے نمک، شورہ، چونا، کھا د (راکھ) یہ سب عمدہ کھا دیں  
 ہیں۔ ان کو معدنی کھا د کہتے ہیں۔ شورہ تو بوئے ہوئے کھیت  
 میں چھڑک دیتے ہیں۔ باقی چیزوں کو برابر پھیلا کر ہل جوت کر  
 ملا دیتے ہیں۔

## ۶۔ بیج اور بیج کی بوائی

۱۔ بتاؤ! بیج کیا چیز ہے؟ بیج پودے کا پونڈا ہے جو پھلوں  
 کے اندر ہوتا ہے۔ اس کے بونے سے نیا پودا پیدا ہو جاتا۔ "بیج کا  
 چھلکا اتارنے کے بعد جو چیز اندر سے نکلتی ہے۔ وہی تو نیا پودا ہے۔"  
 ۲۔ تم مٹر یا سیم کے بیج کو۔ تھوڑے پانی میں ان کو رات بھر تر رکھو۔  
 صبح کو وہ پھولے ہوئے اور نرم ہوں گے۔ آہستگی سے ان کا چھلکا اتار  
 اور اب جو چیز باقی رہی اس کو مغز یا گری کہتے ہیں یہ ہی گری پودا  
 ہے۔ اس گری کو رمان سے چٹکی میں دباؤ۔ دو برابر کی دالیں ایک  
 دوسرے سے جدا ہو جائیں گی۔ مگر صرف ایک جاگہ جڑی رہیں گی۔

گیہوں کا بیج جما ہوا

سیم کا بیج جما ہوا



غور سے دیکھو تو اس جوڑ پر ایک چھوٹی سی چیز نظر آئے گی جس کو اکھوڑا (انگسا) کہتے ہیں۔

۳۔ اکھوڑے کے تین حصے ہوتے ہیں۔ نیچے والا حصہ منڈا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے یہ ہی بڑھتا اور جڑ بن کر زمین کے اندر جاتا ہے اب اوپر والے حصے پر ذرا غور کرو۔ تو تم چھوٹی چھوٹی پتیاں دیکھو گے۔ اس حصے کے بڑھنے سے اصلی پتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ درمیانی حصے سے دونوں دالیں جڑی ہوتی ہیں۔ یہ حصہ بڑھ کر اور اوپر والے حصے کو لیکر زمین سے باہر نکلتا اور تنہ بنتا ہے جس کے اوپر پتیاں نکلتی ہیں بیج کے جنسے پر یہ دونوں دالیں بھی جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہیں دوہری ہری پتیاں بن جاتی ہیں۔

۴۔ بتاؤ تم کھیت میں بیج کس طرح بوڑ گے؟ ایک تو چھینٹواں بوئیں گے۔ یعنی بیج کو ہاتھ سے چھینٹ کر ہل چلا کر مٹی میں ملا دیں گے دوسرے کو نٹرواں یعنی تیار کھیت میں ہل چلائیں گے۔ ہل کے پیچھے

کوئٹہ میں ہاتھ سے بیج ڈالتے جائیں گے۔ تیسرے لائن میں بوئیں گے اس طور سے کہ تیار کھیت میں برابر دوری پر سیدھی نالیاں بنا کر برابر فاصلہ پر بیج ڈالیں گے۔

۵۔ اچھا یہ بتاؤ! کون سے طریقے سے بیج بونا زیادہ مفید ہے؟  
 ”لائن میں برابر دوری پر نالی ہل سے بونے میں فائدہ ہے“ یہ بھی بتا سکتے ہو کہ چھٹا اچھے سے اچھا بیج بونا کیوں چاہئے؟ اس لئے کہ سب بیج جمیں، پودے زور دار ہوں اور پیداوار اچھی بیٹھے“

## ۱۔ سنبھالی

۱۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ پودے کی بھی جان ہے اور اس کی زندگی بھی کھانے پر ہے۔ پودے کی غذا یا کھاد زمین میں ہوتی ہے جو زمین کی آل میں مثل شکر یا نمک کے حل ہو جاتی ہے۔ جب پودا زمین کی آل اپنی جڑوں کے ذریعہ سے چوستا ہے تو پانی کے ساتھ اس کی کھاد بھی جڑوں میں جاتی ہے جس سے پودے کی پرورش ہوتی ہے۔ اگر پانی زمین میں باقی نہ رہے اور مٹی خشک ہو جائے تو پودے بھی سوکھ کر مر جائیں۔ اس لئے یہ کہنا ٹھیک ہے کہ پودے کی زندگی پانی پر ہے۔ اب یہ بتا دیجئے کہ پانی زمین میں کہاں سے آتا ہے؟

۲۔ پانی زمین کو بارش کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جب مینڈھ برستا ہے تو پانی کا کچھ حصہ اوپر اوپر بہ جاتا ہے۔ کسی قدر زمین میں

جذب ہو جاتا ہے۔ اگر کھیت کی مٹی باریک اور ملائم ہو۔ تو شبنم سے بھی زمین کو پانی ملتا ہے۔ اچھا اگر پانی نہ برسے اور کھیتوں کی مٹی سوکھنے لگے تو ہم کیا کریں؟ ایسی حالت میں لازم ہے کہ مصنوعی طریقوں سے اپنے کھیتوں میں پانی پہنچائیں۔ مصنوعی طریقے سے پانی پہنچانے کو سنبھائی یا آبپاشی کہتے ہیں۔“

۳۔ کھیتوں کی سنبھائی یا آبپاشی کیوں کر کرتے ہیں؟ اس طرح کرتے ہیں کہ کھیتوں کے پاس اگر کنواں ہے۔ تو چڑے کے بڑے بڑے ڈولوں یا چر سے سے پانی کھینچ کر کھیتوں میں دیتے ہیں۔ اگر تالاب جھیل یا نہر قریب ہے تو بیڑی ڈنگلے یا پرو سے سے پانی اٹھا کر کھیتوں میں پہنچاتے ہیں۔“

۴۔ کتنا پانی ایک دفعہ میں کھیت کو دینا چاہیے؟ بوئے ہوئے کھیت میں اتنا پانی ایک دفعہ دیا جائے کہ پانی آہستہ آہستہ زمین میں سوکھتا ہوا آگے بڑھے نہ ایسا کہ کھیت میں زور سے بہے اور

نوٹ :- آبپاشی کے لئے ضروری ہے کہ کھیتوں میں کیاریاں بنالیں اور کیاریوں میں پانی ا۔ طرح دیں کہ ریگلتا اور جذب ہوتا ہوا آگے بڑھے۔ نہری زمینیں صرف اسوج سے خراب ہو جاتی ہیں۔ کہ پانی خراب بے پروائی سے کثرت کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ اور کھاد کی فکر نہیں کی جاتی۔ اگر کیاریاں باندھ کر اور موافق پانی دے کر نہر سے آبپاشی کی جاوے تو کھیت خراب نہ ہوں۔

بھرا رہے۔

۵۔ اگر پانی کھیت میں زیادہ دے دیا جائے تو کیا نقصان ہوگا؟  
ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ پودے گر جائیں گے۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا  
کہ ضرورت سے زیادہ پانی کھیت کو کمزور کر دے گا۔ کیونکہ زیادہ پانی  
میں پودوں کی غذا بھی زیادہ گھلے گی۔ اور بوئی ہوئی جنس کے  
پودے اس کو اپنے صرف میں لے آئیں گے۔ اس صورت میں پیداوار  
تو بے شک زیادہ ہوگی۔ لیکن زمین سے پودے کی کھاد جو زیادہ نکل  
جائے گی تو زمین خالی یا کمزور ہو جائے گی۔

## ۸۔ کٹائی۔ مڑائی۔ اور۔ اوسائی

۱۔ یہ بتائیے کہ بوئی ہوئی جنس کو کیا کرتے ہیں؟ بوئی ہوئی جنس  
جب پک پکا کر تیار ہو جاتی ہے تو ہسیوں (درانتیوں) سے کاٹ  
لیتے ہیں۔ جس کو کٹائی یا درو کرنا کہتے ہیں۔

فصل کے پختہ اور تیار ہو جانے کی کیا پہچان ہے؟ "ایک  
پہچان تو یہ ہے کہ پودوں پر زردی آجاوے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ  
دانے کو دانت سے کاٹیں تو دبے نہیں، بلکہ کٹ جاوے"

۲۔ فصل کو ہسیوں (درانتیوں) سے کاٹ کر کیا کرتے ہیں؟  
ہسیوں سے کاٹ کر کھیت میں رکھتے جاتے ہیں۔ تاکہ دھوپ میں  
سوکھیں۔ اس کو لانک کہتے ہیں۔ شام کے قریب لانک کی پولیاں

باندھ کر پولیوں کے گٹھے بنا لیتے ہیں۔ ان گٹھوں کو اٹھا کر کھلیان میں جمع کرتے ہیں۔“

کھلیان کسے کہتے ہیں؟ ”کھلیان وہ جگہ ہے۔“ جہاں گاہی ہوئی اجناس کو جمع کر کے اور سُکھا کے ماڑی لیتے (وان لیتے) ہیں۔ ۳۔ ماڑی لینے یا وان لینے سے کیا مراد ہے؟ ”اس سے یہ مراد ہے کہ کھلیان کی زمین کو کوٹ پیٹ کر لیتے ہیں۔ جب سوکھ جاتی ہے تو اس پر بُشکل دائرہ لاناک بچھا کر چبوترہ سا بنا لیتے ہیں۔ اور اس لاناک پر سیلوں کو گھاتے ہیں۔ اسی کو گاہنا بھی کہتے ہیں۔ اس عمل سے لاناک ٹوٹ کر بھوسہ بن جاتا اور دانہ نکل آتا ہے۔ اب دانے کو بھوسے اوسا گر جڈا کرتے ہیں۔“

۴۔ اوسا ناکس کو کہتے ہیں؟ ”ماڑا ہوا یا گاہا ہوا اناج کو کرلیوں میں بھر کر ہوا کے دُخ کھڑے ہو کر زمین پر گراتے جاتے ہیں۔“

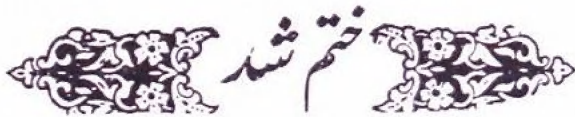
نوٹ :- دانہ جب پک جاتا اور سخت ہو جاتا ہے تو پھر نہ خوراک لیتا ہے۔ نہ بڑھتا ہے۔ بیج پک جانے کے بعد پودے زیادہ دنوں کھبت میں کھڑے رہیں تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔ بڑا نقصان یہ ہے کہ بھوسہ میں توت پرورش کم ہو جاتی ہے۔ اور دانہ میں بھوسہ بڑھ جاتی ہے۔ دانہ مضبوط ہو جانے پر اگرچہ پودوں میں سبزی باقی ہو کھیت کاٹ لیا جائے تو بھوسہ بھی اچھا ہوتا اور دانہ بھی اچھا۔



ہوا کے زور سے بھوسہ تو اڑ کر الگ گرتا ہے اور دانہ ایک جگہ جمع ہوتا جاتا ہے۔“

۵۔ اگر ہوانہ ہو تو اوسانی کیوں کر کریں ؟۔

جب ہوانہ نہیں چلتی یا کم چلتی ہے تو مکلی یا دوہر یا کوئی اور موٹا کپڑا لے کر دو آدمی ہلاتے ہیں۔ تیسرا آدمی ماڑا ہوا اناج لٹو کری میں سے گراتا جاتا ہے۔ اس کو پرتی لگانا کہتے ہیں۔



# ہماری دیگر مطبوعات

